وہ ستارہ جو چھپ گیا

قطبِ برطانیہ حضرت **مولانا یوسف متالا** علیہ الرحمہ
کی شان میں ایک پرکشش وجاذب نظر تحریر

ازنوکِ قلم

مفتی محمد صادق مظاہری

اُستاذ تفسیر وفقہ دارالعلوم سہارنپور

وہ ستارہ جو چھپ گیا

قطب برطانیہ حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ
کی شان میں ایک پرکشش و جاذب نظر تحریر

ازنوکِ قلم

مفتی محمد صادق مظاہری

استاذ تفسیر و فقہ دار العلوم سہارنپور

تفصیلات

نام کتاب ---------- وہ ستارہ جو چھپ گیا

مؤلف ---------- مفتی محمد صادق مظاہری

صفحات ---------- ۷۲

سن طباعت ---------- ۱۴۴۱ھ-۲۰۱۹ء

تعداد ---------- ۱۱۰۰

نوٹ

اگر کتاب میں کوئی لفظی غلطی ہو تو

ان نمبر پر رابطہ کریں: 8979228393-9149209879

@darulmuallifeen

فہرست

@darulmuallifeen

☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

قطب برطانیہ

حضرت مولانا یوسف متالا

علیہ الرحمہ کے نام

تقریظ

حضرت مولانا خلیل احمد قاضی صاحب مدظلہ

بانی ومهتمم مدینه اکیـــڈمی ،ڈیوزبری، برطانیـــه

خلیفہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحیم

تیرے وجود کی ٹھنڈک سے ہَرا ابھرا تھا گلستاں

وہ پاکیزہ روح کہاں گئی کہ سارا چمن مرجھا گیا

۲۲ رصفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲ ردسمبر ۱۹۹۱ء کا واقعہ ہے جب بندہ دار العلوم بری یوکے میں عربی دوم کا طالب علم تھا دار العلوم کے بانی سیدی ومولائی ومرشدی شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندویؒ کو دعوت دی تھی کہ دار العلوم تشریف لاکر علماء وطلباء سے خطاب فرمائیں۔

مفکر اسلامؒ جب مسجد کے منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو بعد حمد وثنا شاعرِ اسلام علامہ اقبالؒ کا شعر پڑھا ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اس کے بعد ایک ٹھنڈا سانس لیا اور فرمایا کہ اگر مرحوم اقبالؒ زندہ ہوتے اور وہ دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں تو اس شعر کو ذرا تبدیل کر کے یوں کہتے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں بنادئے جزیرے ہم نے

اور فرمایا کہ: یہ مدرسہ بحر ظلمات میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے یہ اسلام کا معجزہ ہے اور اخلاص کا کرشمہ ہے پھر فرمانے لگے میں ایک لمبا سفر کر کے یہاں حاضر ہوا ہوں لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں دار العلوم دیوبند میں بیٹھا ہوں یا مظاہر العلوم سہارنپور میں بیٹھا ہوں یا ندوۃ العلماء میں یا مرکز نظام الدین کے مدرسہ میں۔

درحقیقت مفکر اسلامؒ کے یہ تعریفی کلمات شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحبؒ کی محنت اور خدمات کو سراہنے کے لئے تھے۔ جنہوں نے سرزمینِ انگلستان میں سب سے پہلا مدرسہ قائم کیا اور اس کے بعد ملک بھر میں مدارس کا ایک جال بچھا دیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحبؒ کے انتقال کے وقت یو کے میں آپ کے قائم شدہ گیارہ (۱۱) ادارے تھے جن میں تین عظیم دار العلوم ہیں جہاں پر طلباء وطالبات مکمل درس نظامی پڑھتے ہیں ان مدارس کے علاوہ ملک بھر میں جتنے بھی دار العلوم قائم ہیں وہ اکثر حضرتؒ کے شاگرد یا شاگرد کے شاگرد کے قائم کردہ ہیں۔ یو کے کے علاوہ یورپ، امریکہ، کناڈا وغیرہ ممالک میں بھی حضرتؒ کے شاگردوں نے آپ کے مشورہ وہدایت کے مطابق متعدد مدارس قائم

کیئے۔اللہ تعالی ان سب مدارس کی حفاظت فرمائے اور حضرتؒ کے حق میں ان سب کو صدقہ جاریہ بنائے ۔

انہیں صدیوں نہ بھولے گا زمانہ
یہاں جو حادثے کل ہوگئے ہیں
جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے خلیلؔ
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں

زیر نظر مضمون بنام ''وہ ستارہ جو چھپ گیا'' جس کو عزیزم مفتی محمد صادق صاحب مظاہری سلمہ نے ایک انوکھے انداز میں مرتب کیا ہے ستارہ کو مبنیٰ بنا کر مختلف عنوانات کے تحت ہمارے اسلاف جن میں مفسرین ،محدثین،فقہاء اور صوفیاء کے نمایاں کردار کو ذکر کرنے کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولا یوسف متالا صاحبؒ کی امتیازی خدمات کو احسن انداز میں شمار کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ مرد مجاہد اور استقامتی محاذ کے سپہ سالار بھی انہیں اسلاف کے قافلہ کا ایک گوہرِ نایاب تھا۔

بندہ کی دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالی عزیزم مفتی محمد صادق صاحب مظاہری سلمہ کو اپنے شایان شان بدلہ دے ان کے علم وعمل میں برکت دے اوران کی خدمات کو دن دوگنی رات چوگنی قبولیت سے نوازے۔

اخیر میں التجاء ہے کہ اللہ تعالی شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحبؒ کو غریق رحمت کرے امت کی طرف سے انہیں بہترین بدلہ عطا فرمائے اوران کے فیوض وبرکات سے امت کو تا قیامت مستفیض فرماتا رہے۔

روشنی جو ہم کو دیتا تھا وہ زیرِ خاک ہے
ایک ستارہ اور ڈوبا آسمان غمناک ہے

بلبل باغ فصاحت اب نہ چہکے گا کبھی
غنچے افسردہ ہیں پیراہن گلوں کا چاک ہے
فی سبیل اللہ جو مرتے ہیں وہ مرتے نہیں
پھر یہ صدقہ کس لئے ہے! کیوں کلیجہ چاک ہے!
گڑگڑا کر کون مانگے گا دعا میرے لئے؟
گنگ ہے میری زباں دامن بھی میرا چاک ہے
کیا ہوا جو شیر سے خالی ہے اس کی کچھار
اب بھی کوسوں دور تک یورپ میں اس کی دھاک ہے

بندہ خلیل احمد قاضی عفی عنہ

خادم، مدرسہ مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، برطانیہ

۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۵ رجنوری ۲۰۲۰ء

تاثرات

حضرت مولانا مفتی یوسف شبیر احمد صاحب استاذ حدیث بلیک برن انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم .امابعد!

تقریباً چار مہینہ قبل ۹ رمحرم الحرام ۱۴۴۱ھ کو استاذ محترم حضرت مولانا یوسف متالا صاحب رحمہ اللہ اس دارفانی سے رخصت فرما کر دارابدی کی طرف انتقال فرما گئے۔آپ کی وفات امت مسلمہ کیلئے عموماً اور برطانیہ کے مسلمانوں کیلئے خصوصاً ایک عظیم حادثہ ہے۔لیکن یہ حق تعالی شانہ کا نظام ہے ہر ایک کو اپنے وقت مقررہ پر اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ہمارے والد محترم ومکرم حضرت مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ سے بارہا سنا کہ برطانیہ کے مسلمانوں پر دو شخصیتوں کا بہت بڑا احسان ہے:ایک تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے امیر دعوت وتبلیغ حضرت حافظ محمد پٹیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے وفات کو کچھ سال ہوئے۔

حضرت مولانا یوسف متالا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے متعلق مختلف مضامین اُردو انگریزی میں تحریر ہوکر سامنے آرہے ہیں بندہ نے بھی حضرت کی وفات پر انگریزی میں ایک مختصر اوراسی طرح ایک مطول مضمون قلمبند کیا تھا جنہیں پوری دنیا میں انٹرنیٹ کے ذریعہ پڑھنے والوں نے پڑھا ریونین کے ہمارے دوست ومشفق مولانا عطاء اللہ انگار صاحب نے مطول مضمون کا فرینچ زبان میں ترجمہ کروا کر اسے شائع بھی کیا۔اس سلسلہ میں ہمارے مخلص دوست ومحبّ مولانا

خلیل احمد قاضی صاحب (مہتمم مدینہ اکیڈمی، دیوز بری) جن کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف میں اجازت بھی حاصل ہے ان تمام مضامین کو جمع کرنے کی کوشش کرر ہے ہیں اس ارادہ سے کہ انہیں کتابی شکل دیکر ایک مجموعہ میں شائع کیا جائے تاکہ سب مواد ایک جگہ محفوظ ہوجائے اور استفادہ کرنے والوں کیلئے آسانی ہوجائے۔ اللہ تعالی اس کو آسانی اور عافیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

یہاں الشئی بالشئی یذکر کے قبیل سے عرض ہے کہ اس وقت کی ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ دارالعلوم بری اور اس طرح برطانیہ کے ذواثر اہل علم اور قوم کے رہنما لوگوں کے حالات جمع کئے جائیں تاکہ برطانیہ کے مسلمانوں کی تاریخ مدون ہوکر محفوظ ہوجائے دن بدن ہمارے پرانے حضرات ہم سے رخصت ہوتے چلے جارہے ہیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ آئندہ نسلوں کیلئے تاریخ محفوظ کردی جائے تاکہ پچاس سو سال بعد آئندہ نسلوں کو اپنے آباء واجداد کی قربانیوں اور محنتوں کا علم ہو۔ ہندوستان کی تاریخ کے حوالہ سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخواطر کے ذریعہ جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تھا آج اس سے پوری دنیا عرب وعجم مستفید ہورہی ہے۔ الغرض برطانیہ کے علماء کرام اور مؤثر شخصیات کے حالات نزہیۃ الخواطر اور دیگر کتب تراجم کے طرز پر جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چونکہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ دارالعلوم بری سقوط اندلس کے بعد یورپ کا سب سے پہلا دینی تعلیمی ادارہ ہے اس کی تاریخ کی حفاظت کا کام بھی نہایت ضروری ہے قبل اس سے کہ مزید پرانے حضرات اس دنیا سے رخصت ہوجائیں۔ ارباب دارالعلوم سے درخواست ہے کہ اس کی طرف توجہ دے۔

@darulmuallifeen

اصل مقصود کے حوالہ سے اب عرض ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حال ہی میں ہندوستان کے مفتی محمد صادق مظاہری صاحب نے ایک مفصل مضمون ارسال فرمایا اور بندہ سے درخواست کی کہ اپنے کچھ تاثرات کا اظہار کروں۔ مفتی صاحب نے اس سلیس تحریر میں ستارہ کے ساتھ تشبیہ دیکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف ادوار واطوار پر ایک انوکھے انداز میں روشنی ڈالی ہے ستارہ کے ظہور سے لیکر ستارہ کے غروب تک کے مختلف مراحل کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے نمایاں اوصاف اور کارناموں کی نشاندہی کی ہے۔ اسی مناسبت سے مفتی صاحب نے کتاب کا عنوان بھی ''وہ ستارہ جو چھپ گیا'' رکھا ہے جو اپنی جگہ ایک حقیقت ہے گو اس ستارہ کی روشنی اور اسکے انوار وفیوض سے امت مسلمہ مستفید اور سیر یاب ابھی بھی ہورہی ہے اور حق تعالی شانہ سے دعا ہے کہ ہمیشہ تک ہوتی رہے وماذلک علی اللہ بعزیز.

حق تعالی جل شانہ مفتی صاحب کی اس تحریر کو قبول فرمائے امت کیلئے نافع بنائے اور ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور تمام قارئین کیلئے دارین میں خیر و برکات فلاح ونجات کا ذریعہ بنائے۔

بندہ یوسف شبیر احمد عفا اللہ عنہ

(بسعودی پرواز، مانچسٹر سے جدہ کے درمیان)

۳ رجمادی الاولی ۱۴۴۱ھ، ۲۹ دسمبر ۲۰۱۹ء

گزارش

میرا مقصود دنیوی اغراض سے یک طرف ہوکرایک عالم ربانی ولی کامل کی شان کو پرکشش انداز میں اُجاگر کرنا ہے امید ہے کہ بارگاہِ ایزدی سے اجر وانعام سے نوازا جائے گا لہٰذا حضرت مولانا یوسف متالاعلیہ الرحمہ کی شان میں چند جواہر پارے صفحات کاغذ پر بکھیرے ہیں جن کے مطالعہ کرنے سے اولیاء اللہ کی عظمت واہمیت قلب وجگر میں راسخ ہوگی اخلاق رذیلہ کی پاکی کا جذبہ واخلاق حمیدہ سے آراستگی کا سلیقہ آئے گا استغنائیت وخودداری کا جذبہ پیدا ہوگا دنیا سے اعراض و بے رغبتی کے حصول کا جوش دل میں آئے گا ساتھ میں درس عبرت بھی ملے گا کائنات کے موجد کی عظمت وکبریائی کا اندازہ ہوگا کیونکہ اس تحریر میں جولکھا گیا ہے وہ بفضل الٰہی ہے جس میں ایک ناقص وعاجز شخص کی محنت وکاوش شامل حال ہے۔

اتفاق یہ ہے کہ میں اتنی طویل تحریر لکھنا نہیں چاہتا تھا لیکن یہ سچ ہے کہ مضامین کی آمد نے مجبور کیا اور میں لکھتا گیا میری ۲۴-۲۵ سالہ عمر میں دوشخصیات ہیں جن کے بارے میں کثیر تعداد میں ذہن میں مضامین آئے ایک حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری علیہ الرحمہ جن کے بارے میں لکھنا شروع کیا تو تحریر اتنی لمبی ہوئی

@darulmualllifeen

کہ وہ باقاعدہ ۸۰-۸۵ صفحات کا کتابچہ بن گیا تھا جس کا نام ''دُرِّ بے بہا'' ہے دوسرے حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ ہیں جن کے بارے میں مکمل مضامین کثرت مشاغل کیوجہ سے لکھ بھی نہیں پایا لیکن جو کچھ ہوسکا بحمد للہ افراط وتفریط سے بچکر اعتدال کے ساتھ تحریر کرنیکی کوشش کی ہے اسلئے قارئین سے گزارش ہے کہ تحریر کو بغور پڑھیں اور مکمل پڑھیں انشاء اللہ کثیر نفع ہوگا۔

☆☆☆

@darulmuallifeen

@darulmualllifeen
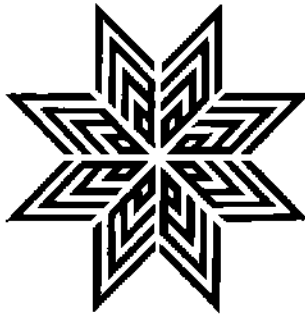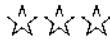
تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم وحکمت ایک بے مثال دولت ہے جس کے اندر مومن کیلئے قیمتی سرمایہ وگنج گراں مایہ ہے اسلئے وہ روز اول سے ہی اسکا آشفتہ وارفتہ رہاہے اوراس کے حصول کے لیےوہ کبھی کسی قربانی سے پیچھے نہ ہٹا کیونکہ **الحکمة ضالة المومن حیث وجدھا فھواحق بھا** علم وحکمت کے قیمتی سمندرمیں غوطہ زنی کرکے معلومات کے خزائن کی دریافت کرنا مؤمن کاپیشہ ہے اسلئے کہ مؤمن بندہ تمام اشیاء دنیویہ سے قیمتی ہے اوراسکا ایمان ویقین ہرگراں قدرمتاع پر بھاری ہے اور علم وحکمت بھی ایک بے مثال شئی ہے اسلئے دولت علم کا بازار جتنا اچھامؤمن کے قلب میں سجھتا ہے اتنا وہ کسی دوسرے مقام پراچھانہیں لگتا ظاہر ہے سونا سنار کی دوکان پراچھا لگتاہےاور جوہر جوہری کے پاس باقیمت ہوتاہےاسلئے دولت علمیہ سے آراستہ وہم آہنگ ہونے کے لئے کبھی بھی کس بندۂ مؤمن نے جان ومال کی قربانی سے دست کشی نہیں کی ہے جس پرامام المحد ثین حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کاعلوم نبویہ کے لئے مختلف امصار کی خاک چھاننادلالت کرتاہے خصوصاً علم حدیث کے لئے وہ دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے بخاراوبیکند کے بعد کوئی

اسلامی شہر نہ تھا جہاں کا امام المحد ثین نے سفر نہ کیا ہو چنانچہ خطیب بغدادی رقمطراز ہے **رحل فی طلب العلم الی سائر المحدثی الامصار** کہ طلبِ علم میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا ہے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ،، بلخ، بغداد، بصرہ، کوفہ، شام، حمص، عسقلان، دمشق وغیرہ سے گزرتے گئے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے گئے اور روحانی بھوک مٹانے کیلئے سیکڑوں میل کا سفر طے کیا جسم تھک جاتا راحت وآرام کو طلب کرتا اور عرب کا ریگستان سخت دھوپ سے تپتے ہوئے پہاڑ، گرم ہواؤں سے اُڑتے ہوئے ریتیلے ذرّات جو امام المحد ثین کے رخساروں پر لگتے جس سے تھکن وتعب میں مزید اضافہ ہو جاتا مگر آپ تو علمی تڑپ کے نشہ میں مخمور تھے اسلئے دیوانگی کی حالت میں آگے پڑھتے گئے اور اپنے سینۂ مقدسہ کو معمور کرتے گئے پیادہ پاس سنگلاخ وادیوں میں بھی چلنا پڑا اور موجوں دار سمندروں و دریاؤں سے کشتیوں میں سوار ہو کر بھی گزرنا پڑا اسی اثناء میں افلاس وناداری، بھوک وفاقہ کشی سے بھی سابقہ پڑا۔

یہ بھی حق وسچ ہے کہ علم وحکمت میں کمال وجمال اسی طرح پیدا ہوتا ہے جس کی دلیل امام مالک علیہ الرحمہ کے یہ ملفوظات ہیں وہ فرماتے تھے کہ انسان کو علم میں تبحر اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ وہ تنگدستی وتنگ حالی وفاقہ کشی سے دوچارہ اور شدت بھوک اس کو ستائے افلاس کا مزہ چکھ لے اور وہ اپنی ان باتوں کو اپنے استاذ محترم ربیعۃ الرائے کی مثال سے مدلل کرتے تھے کہ وہ ایک بلند پایہ عالم دین تھے جن کی تبحر علمی کی مثال دی جاتی ہے اتنا بلند مقام علم کی راہ میں اسی افلاس وفاقہ سے گزر کر حاصل کیا تھا چنانچہ اسی دولت علمیہ سے آراستہ ہونے کے لئے نوبت

@darulmuallifeen

یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ سب کچھ لٹا کر آخر میں اپنے گھر کی کڑیاں تک فروخت کر ڈالی تھی اور جب خور دنوش کا کوئی انتظام نہ ہوتا بھوک کی شدت ستاتی تو جہاں لوگ خراب ومنفی کھجور پھینک آتے تھے ان کے ٹکڑے صاف کر کے کھاتے تھے سرمایہ علمیہ کا حصول کرنیوالے ہزار ہا ہزار اشخاص کو ان حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے لیکن یہ وہ عجیب نشہ ہے جس کا حریص قبر کی لحد تک بھی نہیں چھکتا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل کو بھی حصول علم میں انہیں احوال سے سابقہ پڑا ہے امام محترم پر ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے تنگ حالی کی بدولت جسم پر پہننے کو کپڑے بھی باقی نہ رہ پائے تھے جن کو زیب تن کر کے درس میں حاضری دے سکیں ایسا ہی کچھ حال قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ہو گیا تھا کہ فاقہ کشی نے جب انہیں کچل کر تہی دست بنا دیا تھا اور بھوک سے نڈھال فاقہ مست نظر آنے لگے تھے تو اس وقت سسرال سے ملے گھر کے چھپر کی کڑی بیچی تھی اور اہل خانہ کے طعام کا انتظام کیا تھا ایسی ہی زبوں حالی سے امام بخاری علیہ الرحمہ کا بھی سابقہ پڑا تھا ان کے رفیق درس عمران ابن حفص الاسقر کا بیان ہے کہ بصرہ میں ہم محمد ابن اسماعیل (امام بخاری) کے ساتھ حدیث پڑھتے تھے چند دن گزرنے کے بعد امام بخاری نے درس میں آنا بند کر دیا ہم نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا کیا وجہ ہے وہ درس سے غائب ہو گئے جہاں ان کا قیام تھا وہاں پہنچ گئے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک تاریک کوٹھری میں پڑے ہیں ان کے پاس کوئی ایسا لباس نہ تھا جسے پہن کر وہ سبق میں شریک ہوسکیں اس لئے جب ان سے سوال کیا گیا کہ آپ شریک درس کیوں نہیں ہو رہے ہیں تو امام بخاری علیہ الرحمہ نے جواب دیا "قد نفذ ما عنده ولم يبق منه شئى" کہ جو کچھ سرمایہ تھا

وہ سب صرف ہو چکا ہے اب اتنا بھی نہیں ہے جس سے لباس ہی تیار کرلیا جائے یہ صورتحال دیکھ کر ساتھیوں کے لطف وکرم نے جوش مارا ہمدردی اور حق ورفاقت کی ادائیگی کے پیش نظر کچھ تعاون کیا جائے جس سے وہ اپنے لباس وپوشاک کا انتظام کریں اور درس حدیث میں شریک ہونے لگیں حضرت شعبہ ابن الحجاج کے حالات میں لکھا ہے کہ تقریباً ۷۵ رسال کا سفر زندگی کیا لیکن کبھی بھی اس عرصۂ دراز میں علم سے غافل نہ رہے اور نہ کبھی تجارت ومعیشت کے فکر میں خود کو نہیں اُلجھایا جس کا اثر یہ ہوا تھا کہ فاقہ در فاقہ کرتے رہے اپنی اس تجربہ سے بھرپور زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے کہتے تھے کہ جو علم وطلب حدیث کے سمندر میں غوطہ زنی کرتا ہے اور قیمتی ومایہ ناز ہیرے جواہرات نکال کر لاتا ہے اسے ضرور فقر وفاقے میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔

اس طالب حدیث کا حال تو یہ تھا ما اکل شعبة من کسبه قط اپنی کمائی سے شعبہ کو کھانے کا اتفاق نہ ہوا۔

دنیائے حدیث کا ایک اور ستارہ جس نے طلب حدیث کے لئے مال وجان ہر دو کو کھپا دیا تھا جس کو آج دنیا میں فن رجال کا امام الائمہ یحیٰی ابن معین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے والد محترم کے ترکہ میں سے دس لاکھ پچاس ہزار درہم ملے تھے ان کے والد کسی گورنر کے سکریٹری تھے اس سرمایہ کو بچوں کے لئے جمع کیا تھا تاکہ ان کے بعد عیش وعشرت سے زندگی بسر کرسکیں لیکن رب کعبہ نے بیٹے کی تقدیر میں علمی اونچائی وبلندی لکھی تھی جس کے سامنے ہمیشہ دنیوی دولت وثروت دم توڑ دیتی ہے اسلئے انہوں نے علمی انہاک میں خود کو مکمل طور پر گم دیا تھا علم سے دلچسپی وگہری وابستگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے انہوں نے کہا انفقه کله علی

@darulmualifeen

الحديث حتى لم يبق له نعلٌ وہ سارا سرمایہ جو باپ سے وراثت میں ملا تھا اس کو تحصیل علم حدیث میں خرچ کرڈالا بالآخران کے پاس پیر میں پہننے کے لئے چپل تک بھی باقی نہ رہے وہ بغیر جوتوں چپلوں کے ننگے پیر پھرنے لگے اس مجاہدے کی بدولت رب کعبہ نے ان کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسیر وخادم بنادیا اور انہوں نے دنیائے حدیث میں جو کارنامہ انجام دیا ہے اسکو علم حدیث کے شہسوار بھلا نہیں سکتے تا قیامت احترام وعظمت کے ساتھ انکا نام لیا جا تا رہے گا وہ کارنامۂ عظیمہ یہ تھا کہ احادیث رسول علیہ اسلام کو اغلاط ومخلات ودست درازیوں سے پاک وصاف کیا جس سے امت مسلمہ تا قیامت فیضیاب ہوتی رہے گی علم دین کے حصول کے لئے اکابرین امت نے کیسی صعوبتیں ومشکلیں برداشت کیں تکالیف ومصائب سے دوچار ہونا پڑا اپنے جذبات وخواہشات کا خون کیا تاریخ کا ادنیٰ طالب اس سے واقف ہے یہ عجیب دنیا کے مسافر تھے کہ میدانِ علم میں مالی وجانی قربانی پیش کرنا باعث فخر ومباہات سمجھتے تھے حضرت عبداللہ بن امبارک ،لیث ابن سعد، ہیاج ابن بسطام ،معافی ابن عمران ،حفص ابن غیاث اپنے وقت کے شہرت یافتہ مقتدر علماء ومحدثین کی فہرست میں گنے جاتے تھے ساتھ میں اونچے درجے کے تاجر بھی تھے ضرورت کے بقدر روپیہ پاس رکھتے تھے ورنہ سب کچھ اسی علم واہل علم پر صرف کردیا کرتے تھے یہ وہ جذبۂ بے تاب تھا جس نے ان کے اندر علمی تشنگی کو بجھنے نہ دیا اور یہ حریص علم بنے رہے۔

غور وخوض سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ علوم اسلامیہ کے مقابلہ میں دنیا ومافیہا کی ہر چیز کو ٹھکرادیا کرتے تھے چنانچہ بصرہ کے ایک خدارسیدہ بزرگ تابعی

تھے وہ اپنے تلامذہ کے سامنے برجستہ کہا کرتے تھے۔

ان ملوککم یقاتلون علی الدنیا فدعوھم الدنیا کہ تمہارے سلاطین دنیوی دولت وثروت کے لئے تم سے جھگڑا کرتے ہیں بہتر ہے کہ تم لوگ دنیا کو انہیں کے لئے چھوڑ وان کی زبان مبارک پر یہ کلمات اسلئے تھے کہ ان کے قلب میں علم کا شوق تھا جس نے ان کو دنیوی حرص وطمع سے بے پرواہ بنادیا تھا اسی میدان میں دوڑ لگانے والی ایک اور شخصیت کی کہانی سنئے جن کو طلب علم کے ذوق نے دنیا کی خاک چھاننے پر مجبور کیا تھا وہ سینہ میں علمی تشنگی کو لئے پھرتے تھے بچپن میں ہی ترکِ وطن کردیا تھا ان کے حالات میں لکھا ہے **رحل وھو امرد** پہلی مرتبہ دولت خانہ سے نکل کر سات سال تک خانہ ویرانی کی زندگی گزاری خود ان کا بیان ہے۔

اوّل مارحلت اقمت سبع سنین کہ جب اول مرتبہ گھر سے نکلا تو لگا تار سات سال تک سفر میں رہا بس طویل راستوں اور مشقت انگیز مراحل کو طے کرتے فرماتے ہیں کہ میں پیادہ پا چلا جہاں بھی علم کا سراغ ملتا پیدل چلنے لگتا تین ہزار میل تک تو مسافت کو شمار کیا اس کے بعد گننا چھوڑ دیا فرماتے ہیں **خرجت من البحرین الیٰ مصر ماشیاً ثم الی الرّملة ماشیاً ثم الی طرطوس ولی عشرون سنةً** کہ میں بحرین سے مصر پیدل گیا پھر رملہ سے طرطوس کا سفر بھی میں نے پیادہ پا ہی طے کیا اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی.................. کئی ہزار میل کا یہ سفر انہوں نے پیدل ہی طے کیا آج دنیا اس شخصیت کو ابو حاتم رازی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

@darulmualifeen

مشہور تابعی عالم حضرت سعید بن مسیّب سے منقول حضرت امام مالک علیہ الرحمہ راوی ہیں "انی کنت لاسیر اللیالی والایام فی طلب الحدیث" کہ علم حدیث کی تلاش و جستجو میں کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں مسلسل و پے در پے چلتا رہا۔

دارمی نے ابو العالیہ سے یہ روایت نقل کی ہے "کنا نسمع الروایة بالبصرة عن اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم نرضی حتی رکبنا الی المدینة فسمعنا ها من افواههم" ہم لوگ بصرہ میں رہتے ہوئے اگر کوئی روایت اصحاب رسول علیہ السلام سے متعلق سن لیتے تھے تو ہم اسی پر راضی نہ ہوتے تھے بلکہ ہم مدینہ پہنچتے تھے اور جب تک خود انہیں سے بالمشافہ وبلا واسطہ روایت نہ سن لیتے تھے چین وسکون سے نہ بیٹھتے تھے نافع ابن عبداللہ کا خود کے بارے میں بیان ہے۔

جالست مالكاً اربعين سنةً او خمساً وثلثين كل يومٍ اُبكّر واهجرُ واروح.

کہ میں نے ۴۰ ریا ۳۵ رسال تک کیلئے امام مالک علیہ الرحمہ کی مجالست ومصاحبت اختیار کی روزانہ صبح، دوپہر اور پچھلے پہر ان کی خدمت میں حاضری دیتا تھا۔

امام زہری علیہ الرحمہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں

"مسست ربی رکبة سعد بن المسیب ثمانی سنین" میں مسلسل آٹھ سال تک سعید ابن مسیّب کے زانوں سے زانو ملا کر بیٹھا ہوں۔

ظاہر ہے یہ مجالست علمی بھوک مٹانے کے لئے تھی اور روحانی تشنگی دور کرنے کے لئے تھی۔

@darulmualifeen

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں ایک آیت کے شان نزول کے علم کی تحصیل کے لئے چودہ سال تک کوشاں وسرگرداں رہا بالآخر اس کے علم کا حصول کر کے ہی دم لیا ہے۔

اسی طرح مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ملکوں وشہروں کا سفر کیا اور علوم نبوت کے لئے خود کے مال وجان کا نذرانہ پیش کیا اس تحصیل علم میں جہد مسلسل کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرکز الاسانید بن گئے اور برصغیر کے تمام علماء کی سند حدیث کو شاہ ولی اللہ کے بغیر ناقص شمار کیا جانے لگا یہی وہ روش تھی جس نے ان کو میدان علم وعمل کا انقلابی شخص بنا دیا تھا نہ صرف یہ کہ ان کی علمی ودینی ودعوتی شخصیت کا اعتراف اہل اسلام نے کیا بلکہ غیر مسلموں نے بھی ان کو تسلیم کیا جس کا علم ماضی قریب میں اس وقت ہوا جب کہ ملیشیا کی کوالالمپورہ یونیورسٹی میں شاہ ولی اللہ پر ایک بین الاقوامی سیمینار کیا گیا اور تاریخ سے وابستگی رکھنے والے لوگ حاضر ہوئے کئی ورلڈ کی عظیم وکبیر یونیورسٹیز کے وائس چانسلر تھے جن میں اکسفورڈ اور کیمری دونوں یونیورسٹیز کے وائس چانسلرز بھی تھے اور کئی ممالک کے ایجوکیشن منسٹر بھی تھے دنیا سے بڑی بڑی شخصیات آئی تھیں اسی طرح امریکہ کے واشنگٹن میں تاریخی تجزیہ نگاری کا ایک انسٹیٹیوٹ ہے جس کے تجزیوں پر امریکی حکومت آئندہ بیس سال کی پولیسی طے کرتی ہے گویا وہ دنیا کا سب سے بڑا دماغ ہے اس سیمینار میں ایک شخص اس انسٹیٹیوٹ سے بھی آیا تھا جس کا نام ڈاکٹر کیسی مسیح تھا تو سب سے اہم مقالہ

@darulmualllifeen

انہیں ڈاکٹرکیسی کو پیش کرنا تھا چنانچہ اس نے شاہ ولی اللہ کا تعارف پیش کیا کہ جس طرح کال مارکس اور لینن (جو کمیونزم کے بانی ہیں) کو افراد اور میڈیا ملا ہے اگر ایسے شاہ ولی اللہ کو مل جاتے تو دنیا میں کمیونزم کا نہیں اسلامی انقلاب برپا ہوتا اور وہ کمیونزم کی طرح ناکام نہ ہوتا بلکہ دنیا کا ساتھ دیتا دنیا آج جہنم کے بجائے جنت بن جاتی گویا وہ فکرشاہ ولی اللہ کو سراہ رہا تھا اور بزبان حال کہہ رہا تھا کہ اس شخصیت کی فکر پر عمل پیرا ہونے میں سکون وتسکین، امانت داری، دیانت داری، تہذیب وتمدن کا ٹھاٹھے مارتا سمندر ہے جس کی بدولت انسان فلاح دنیوی واُخروی کا حصول کرسکتا ہے۔

یہ بھی سچ ہے کہ تاریخ میں ماضی قریب میں بھی ایسی شخصیات کے نام بکثرت آئے ہیں جنہوں نے ناداری وافلاس کے حالات میں علوم اسلامیہ سے سیرابی حاصل کی اوران کے لئے اسفار کئے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے لیکر علامہ انور شاہ کشمیریؒ تک اور اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے لیکر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شیخ زکریا علیہ الرحمہ اور بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس جونپوری علیہ الرحمہ تک ان حضرات کی قیمتی زندگی کا صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ تھا طلب علوم نبویہ جس کے اندر وہ اس قدر منہمک تھے کہ آج تو اسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بندۂ ناچیز نے استاذ محترم حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد ایک رسالہ تحریر کیا تھا جس کا نام ''درّے بے بہا'' تھا جس میں حضرت کی سیرت وسوانح کی ہلکی سی جھلک کو قلمبند کیا ہے لیکن سچ یہ ہے کہ اس کو

لکھتے لکھتے کئی مرتبہ دل بھر آیا آنکھیں نمدیدہ ہوگئیں کہ ہم جیسے ناکاروں کو اللہ نے کیسے انمول اساتذہ عطا کئے ہیں ظاہر ہے یہ ہمارے لئے تحفۂ خداوندی و فضل الٰہی تھا کہ ہمیں حضرت کا شرف تلمذ عطا ہوا۔

مختصر یہ کہ انہیں گنج گراں مایہ و متاع گم گشتہ کے حصول میں ہر طرح کی قربانی پیش کرنیوالوں میں ایک نام حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ کا بھی ہے جنہوں نے تحصیلِ علم کے لئے مسلسل مشکلات ومصائب کا سامنا کیا اور دورانِ تعلیم پیش آمدہ حالات کا مقابلہ مجاہدانہ انداز میں کیا ہے اسلئے کہ حضرت کم سن تھے تو ماں کو طلاق ہوگئی ان کی دوسری شادی افریقہ میں ہوگئی پرورش خالہ نے کی تو والدین کی عدم موجودگی میں بچہ کو کس قدر پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے بس یہ وہی بتا سکتا ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہو لیکن ایسی صورتحال میں علومِ اسلامیہ کو مکمل حاصل کیا اور اسی راہ کا راہی بنکر خدمتِ دین کے لئے خود کو وقف کردیا جو عامۃً حاملین علوم ربانیہ کا طرز رہا ہے اور پھر دنیا نے نظارہ کیا کہ چمکتا دمکتا انقلابی ستارہ بنکر اُبھرا۔

☆☆☆

غبارِ دل

آج دنیا کی تہذیب پر فلمی دنیا کے افراد کا اثر ہے ہر سو انہیں کو آئیڈیل وہیرو خیال کیا جارہا ہے ان کی معاشرت کو اپنانا باعثِ فخر ومباہات تصور کیا جارہا ہے ان کے ساتھ ملنا وملاقات کرنا اکثر جواں مرد حضرات کی چاہت وخواہش ہوتی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دور موجود کچھ الگ ہے اس میں سیاہ کو سفید وسفید کو سیاہ کہا جارہا ہے اسلئے بدتہذیب وبدسلیقہ افراد تہذیب یافتہ وسلیقہ مند افراد پر حاوی ہوگئے اور وہ نئی نسل پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ مفکرین ومدبرین کو پتہ ہی نہ چل پایا کہ ڈاکو کدھر سے آئے اور انسانیت پر ڈاکہ زنی کر کے کدھر سے نکل گئے عریانیت وفحاشیت کا ننگا ناچ ناچا جارہا ہے بداخلاقی وبدکرداری کا مسلسل دور جاری ہے گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے فساد وبگاڑ پھیلتا جارہا ہے آبادیوں سے لیکر صحراؤ تک اور صحراؤں سے لیکر بیابانوں تک اسکا اثر ہے دنیا سمٹ گئی ایک حجرہ وکمرہ بن گئی اور اس کی باگ ڈور بشر کے ہاتھ میں آگئی زمانہ سٹلائٹ سسٹم وانٹرنیٹ کا ہے جس کو لہروں میں اس انداز سے داخل کردیا گیا جو نظر انسانی سے ماورا ہے اس کے ذریعہ گھر بیٹھے نوجوان نسل آوارہ بن رہی ہے انکا رنگ ڈھنگ فلمی دنیا کے اداکاروں سے کم نہیں ہے اسلئے کہ موڈرن دنیا ان کو آج کی دنیا کا ترقی یافتہ دکھارہی ہے اور ان کو ہیرو واسٹارس کہہ رہی ہے اسلئے جب انکا تعارف پیش کیا جاتا ہے تو ان کو ستارہ کہہ

کر پکارا جاتا ہے جب کہ ان کے پاس اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور بدحواس فکر و سوچ کا ٹھاٹھے مارتا سمندر ہے وہ انسانوں کو انسانیت سے دور کسی ایسی کھائی میں گرادیتے ہیں جہاں صرف پھاڑ کھانیوالے درندے ہوتے ہیں جوان کے ایمان ودین پر حملہ آور ہوتے ہیں تو جب ایسے بدچلن انسانوں کو ستارہ کہا جاسکتا ہے تو پھر ان حقیقی شخصیات کو کہہ جو انسانیت کے لئے رب ذوالجلال کی طرف سے تحفہ ہے جو سچائی، امانت داری، دیانت داری کا درس دیتے ہیں خوش اخلاقی و نیک کرداری کا سبق سکھاتے ہیں صالح فطرت و نیک طبیعت بننے کی تلقین کرتے ہیں انسان کے صحیح حقوق کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہیں جذبۂ ایمانی و جوش یزدانی قلب و جگر میں پیدا کر نیکی سعی و کوشش کرتے ہیں نیک جذبات واحساسات کا تصور پیش کرتے ہیں اور ایسی روشن ہدایات کی تبلیغ کرتے ہیں جن سے دنیا امن و آشتی صلح و شانتی کا گہوارہ بنتی ہے جن کو قرآن وحدیث کی زبان میں خوش بخت و خوش نصیب کہا گیا ہے ان کے لئے فائز و مفلح کے القاب استعمال کیئے گئے ہیں تو پھر ان کا تعارف ستارہ کہہ کر کیوں نہ پیش کیا جائے اسلئے میں نے حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ کو ستارہ سے تشبیہ دی ہے۔

☆☆☆

ستارہ

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض ستارے آفتاب ومہتاب سے عظیم وکبیر ہوتے ہیں جس کی تحقیق موڈرن دنیا کے سائنس داں بھی پیش کر چکے ہیں اسلئے ہماری مراد وہ ستارہ ہے جوانمول ہے بے بہا ہے اپنے آپ میں کرشمۂ خداوندی ہے جس کے اردگرد ہزار ہا ہزار ستارے گردش کرتے ہیں لیکن وہ ان تمام میں نمایاں ہوتا ہے وہ اکیلا سب پر بھاری ہوتا ہے اسلئے کہ اس کی ساخت رب کعبہ نے اس طرز پر بنائی ہوئی ہے کہ ناظر اس کو دیکھ کر فرحت وشادمانی محسوس کرتا ہے اسکا دل کہہ اٹھتا ہے کہ یہ کوئی دنیوی مشینریوں سے تیار کردہ شئی نہیں ہے بلکہ یہ تو قائم ودائم رب کے امر لاثانی سے پیدا شدہ ہے جس میں سکون وقرار ہے جس کی وجہ سے انسان کا قلب اس کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے کہ اسکا اور اسکے ہر چہار جانب کا منظر اتنا پرکشش وجاذب نظر ہوتا ہے کہ تفریحی ذہن ودماغ رکھنے والا شخص چاہے گا کہ کسی طرح اس کو روئے زمین پر توڑ لاؤ لیکن ظاہر ہے یہ انسانی قدرت سے ماوراء ہے اسلئے وہ عاجز وقاصر ہوکر اس کی تصویر دل ودماغ میں بسا لیتا ہے جس کی نظیر وہ دنیا کے سامنے بڑی اہمیت وعظمت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور اگر وہ آج کی جدید دنیا کا نوجوان اور اسمارٹ فون کے استعمال کا عادی ہو تو وہ برجستہ اپنی پوکیٹ سے فون نکالے گا اور یادداشت کے لئے اس حسین وجمیل منظر کی تصویر کشی

@darulmuallifeen

کریگا اور کسی بھی طرح وہ اپنے قلب وجگر کی خوشی ومسرت کو اس فون کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائے گا کیونکہ یہ ان دیکھا سین تھا جس کو دل بہلانے کے لئے لیا گیا تھا پھر جو بھی خوشنما منظر کا نظارہ فون کی اسکرین پر کریگا وہ فوراً دیگر اشخاص کو آواز لگائے گا اور اس منظر کو دیکھنے پر مجبور کریگا جو اس کی بات پر لبیک کہہ کر اس کو دیکھنے کی سعادت حاصل کریگا تو مارے خوشی کے اسکا ٹھکانہ نہ ہوگا وہ دل ہی دل میں خیال کریگا کہ کاش میں بھی اسی پر کشش دنیا کا ایک حصہ ہوتا بعینہٖ اسی طرح رب کائنات نے اس بزم کن فکاں میں سب سے اشرف واعلیٰ مخلوق انسان کو بنایا ہے جس کے افراد دو حصوں میں منقسم ہیں (۱) عوام، ان کی مثال ان ستاروں جیسی ہے جو بہت چھوٹے ہوتے ہیں نہ ان میں چمک دمک ہوتی ہے اور نہ وہ ناظر کے لئے خوشنما معلوم ہوتے ہیں بلکہ وہ خود دوسرے کے محتاج واقع ہوئے ہیں ان کی روشنی اتنی دھیمی وکمزور ہوتی ہے کبھی کبھی ناظر کو دھوکہ وتردد میں ڈال دیتی ہے کہ یہ ستارہ ہے کسی اور مخلوق کا وجود ہے جس میں نہ کشش ہے نہ جاذبیت نہ حسن وجمال ہے نہ ٹمٹماتا ہوا با اثر منظر (۲) خواص ان کی مثال ان مایۂ ناز ستاروں کی جیسی ہے جس کی روشنی سے دیگر کواکب بھی استفادہ کرتے ہیں اور نظر انسانی جب جب اس عظیم ستارہ پر پڑتی ہے تو ساتھ میں ان ستاروں کا بھی نظارہ نظر آتا ہے جو اس کے آس پاس اس سے فائدے کا حصول کررہے ہیں چنانچہ ایسا ہی کچھ انسانی افراد کے مخصوص لوگوں کو دیکھنے سے علم ہوتا ہے جو ان کی بابرکت صحبت اختیار کرتا ہے تو وہ خود باکمال و با اثر شخصیت میں تبدیل ہوجاتا ہے جو ان کے نقش قدم پر قدم رنجاں ہوتا ہے وہ اخلاص وللّٰہیت کا پیکر بن جاتا ہے جو خود کے جسم وجان کو انکے سپرد

کر دیتا ہے تو وہ قیمتی ہیرا در بے بہا بن جاتا ہے اور جوان پر اس معنی کر فداء ہوتا ہے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں...... خدا وحدہٗ لاشریک کے برگزیدہ بندے ہیں تو وہ گوہر شب چراغ بن جاتا ہے۔

انہیں بے مثال ستاروں میں سے ایک خاص ستارہ وہ تھا جس کی خوبیوں و کمالات وصفات کا چرچا عالم اسلام میں تھا جن کے اخلاق و کردار کا نغمہ افرادِ انسانی کی زبان پر تھا جن کی ایمانی و دینی مجالس پر ارض مقدس کا وہ ٹکڑا رشک کرتا تھا جس پر ان کی محافل کا انعقاد ہوتا تھا اور اس قطعۂ ارض پر فلک بھی ناز کرتا تھا ایک تو اسلئے کہ یہ اجتماع صرف رب کیلئے ہوتا تھا دوسرے اسلئے کہ اس مقام پر وہ شخصیت اپنے جسم وجثہ کے ساتھ تشریف فرما ہوتی تھی جو ولی الٰہی تھا مہمان رسول تھا اہل علم و عمل تھا امید کی جاتی ہے کہ ان کے لئے بحر و بر کی مخلوقات دعائے مغفرت واستغفار کرتی ہونگی جس سے رب کعبہ کے یہاں ان کے درجات بلند و بالا ہوتے ہیں اسلئے انکا شمار دورِ موجود کی نمایاں شخصیات میں ہوتا تھا اور ان کو قرآن وسنت کا ترجمان کہا جاتا تھا میرا خیال ہے کہ قاری سوچ بچار کر رہا ہوگا کہ یہ بندۂ خدا کون ہے جو ایسا بلند مقام رکھتا ہے جس کو عظیم ستارے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے وقت آن پہنچا ہے کہ آپ کی زبان پر اس شخصیت کا نام جاری ہو وہ بندۂ درویش ہے جن کو ہم اور آپ مفسر و محدث محقق و مدقق حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ کے نام سے جانتے ہیں یہ سچ ہے کہ حضرت والا کی شخصیت اس شعر کی حقیقی مصداق ہے

کڑے سفر کا تھکا مسافر تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کر لیں ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

ستارہ کا ظہور

دستور دنیا ہے کہ موجد حقیقی کے حکم سے اولاً ہر چیز کا وجود ہوتا ہے اس کے بعد اس کی داستانِ حیات کا آغاز ہوتا ہے کائنات کی ہر شئی کا چکر ویوا اسی طور پر گھومنا شروع ہوتا ہے اسی قانون خداوندی کے مطابق ستارہ کا بھی ظہور ہوا لیکن رب ذوالجلال کا یہ بھی کچھ انوکھا طرز ہے کہ کچھ چیزوں کا ظہور حیرت انگیز طریقے سے کرتے ہیں ایسا ہی کچھ اس ستارے کے ساتھ ہوا تھا کہ جس کی آمد بڑے اچھوتے طرز میں ہوئی تھی کہتے ہیں کہ ان کے والدین مکرمین تاک میں تھے کہ ہم بھی نعمت اولاد سے سرفراز کئے جائیں کیونکہ یہ دنیا کی بے مثال ولاثانی نعمت سمجھی جاتی ہے جس کے یہاں اس نعمت کا ورد نہ ہو تو اس گھرانہ کو مایوس خیال کیا جاتا ہے اور اس کے اہل خانہ خود کو بدقسمت ومحروم سمجھتے ہیں اسلئے بشریت کے ناطے ان کے والدین محترمین کے ذہن ودماغ میں بھی شاید یہ سب اشیاء چل رہی ہونگی اسلئے وہ بارگاہ ایزدی میں بدست دعاء حاضر ہوتے اور اپنے آپ کو حقیر وفقیر جانتے ظاہر ہے انسان تو محتاج خداوندی ہے اسکا ہر لمحہ احتیاج سے بھرا ہوا ہے وہ بغیر خدا کے ارادہ وچاہت کے سانس تک نہیں لے سکتا اس لئے والدین محترمین بھی یہی کرر ہے تھے اتفاقاً ایک خداترس بزرگ کی گھر پر آمد ہوگئی اور انہوں نے عجیب خوشخبری سے نوازا کہ آپ کے یہاں بہت جلد اولاد پیدا ہوگی اور انہوں نے ان کے والد مکرم کو ایک

@darulmualifeen

انگوٹھی بھی عطا کی تھی چنانچہ ایک سال کے بعد ایک طفلِ محترم پیدا ہوا جس کو عبد الرحیم متالا کے نام سے موسوم کیا گیا (یہی وہ بچہ ہے جو آگے چلکر رہبر قوم وملت بن گیا جس کا فیض عالم اسلام میں عام وتام ہوا جو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ کے ایماء پر زامبیا تشریف لے گئے تھے اور سرزمین چپاتا میں ایک دارالعلوم کا قیام کیا جو درحقیقت مٹی کا چراغ بنا تھا جس میں ہزار ہا ہزار طلبہ نے علوم ربانیہ سے خود کو متصف کیا اور خود کو اشاعتِ دین واسلام کے لئے وقف کیا)

ایک سال کے بعد اسی ولی الٰہی کی پھر ان کے دولت خانہ پر آمد ہوئی اور انہوں نے دوسری انگوٹھی دیکر فرمایا کہ اب دوسرے بچہ کی پیدائش ہوگی چنانچہ ایسا ہی کچھ پھر دیکھنے کو ملا سال بھر کی تکمیل کے بعد ۲۵/نومبر ۱۹۴۶ء دوشنبہ کی رات میں جو اپنے اندر تاریکی شب کو لئے ہوئے تھی دوسرا بچہ پیدا ہو گیا جسکا نام یوسف متالا رکھا گیا۔ (شیخ الحدیث اوران کے خلفاء جلد۲ ص:۶۳)

ایسا لگتا ہے کہ اس نعمت سے ان کے اہل خانہ کو اکابرین کی دعاء کے نتیجے میں نوازا گیا ہے۔

☆☆☆

ستارہ کا جائے ظہور

خاندانی حالات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ستارہ کوئی رئیس زادہ نہ تھا بلکہ ان کے آباء واجداد زراعت پیشہ لوگ تھے پھر بعد میں دادا نے تجارت پیشہ اختیار کرنا مناسب سمجھا اور وہ تاجر بن گئے ورتھی ضلع سورت میں صدیوں سے مقیم چلے آرہے تھے دادا الٰہی کوئی دینی و علمی گھرانہ نہ تھا بلکہ یہ سادہ لوح وسادہ مزاج افراد تھے یہ بات بھی سچ ہے کہ نامعلوم کس کی دعاء کارگر ثابت ہوئی کہ والد مکرم کی شادی صالح فطرت و نیک طبیعت لڑکی آمنہ بنت اسماعیل سے ہوگئی (والد محترم کا یہ نکاح ثانی تھا زوجۂ اول کا انتقال ہو چکا تھا)

بس یہ زینت خانہ بنی تھیں یہ گھر جنت بن گیا ان کے دینی مزاج و مذاق نے والد مکرم پر یہ اثر چھوڑا تھا کہ ان کو بھی راہِ الٰہی کا راہی بنا دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کثرت اذکار نے ان کو عاشق الٰہی بنا دیا تھا اور یہ محبت الٰہی میں اتنے غرق و مستغرق ہو چلے تھے کہ جیسے اس عاشق کی کیفیت ہوتی ہے جس کو اسکا معشوق نظر نہ آئے اور وہ اس کی تلاش و جستجو میں ہر جگہ جاتا ہے بس پراگندہ حال و پراگندہ بال سڑکوں پر گردش کرتا پھرتا ہے جب وہ اسکو نظر نہیں آتا تو وہ خورد و نوش بھول جاتا ہے اپنے لباس و پوشاک کی بناوٹ کی اسکو پرواہ نہیں ہوتی اس پر مجنونانہ رنگ چڑھ جاتا ہے شب روز اس کے ذہن و دماغ میں یہ خیال چلتا ہے کہ کسی طرح معشوق کا چہرہ نظر

آ جائے بس وہی اسکا مقصد زندگی ہوتا ہے ایسا ہی کچھ والد مکرم کا حال تھا کہ انکا انداز مجذوبانہ ہوگیا تھا ان کو اہلیہ واولاد کی کوئی پرواہ نہ رہی تھی کیونکہ زینت دنیا ان کو بیکار و بے فائدہ محسوس ہونے لگی تھی صرف وصرف عشق الٰہی انکا مقدر بن گیا تھا اسلئے اہلیہ محترمہ سے بار بار عرض کرتے اور ان کی زبان زد یہ کلمات رہتے کہ میں نے ترک دنیا کا ارادہ کرلیا ہے آپ اپنے گھر چلی جاؤ آخر کار ان سے طلاق نامہ پر دستخط کرائے کیونکہ ڈر تھا کہ انکا یہ مجذوبانہ انداز مجنونانہ طرز میں تبدیل نہ ہوجائے تو پھر بیوی عمر بھر کے لئے معلق ہوجاتی اس طرح والدۂ محترمہ مطلقہ ہوگئیں اور پھر والد کی شادی افریقہ میں خالو کے ساتھ ہوگئی کچھ عجیب سا حادثہ ہوا خالہ گیارہ بچوں کو چھوڑ کر انتقال کر گئیں تھیں اس طرح یہ ستارہ بار ہا گردش میں رہا لیکن سمت طے کر کے اس پر چلتا رہا تقریباً آٹھ سال کی عمر تھی جب والدہ کی شادی افریقہ میں ہوئی اس کے بعد نانا نانی اور پھر خالہ نے بڑی عمدہ پرورش کی اور ساتھ میں تربیت بھی کی۔ (ماخوذ از شیخ الحدیث اور ان کے خلفاء)

☆☆☆

@darulmuallifeen
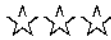
ستارہ کی روشنی کا حصول

کائنات میں ہر شئی دوسرے کی محتاج ہے اسی طرح ستارہ بھی محتاج ہے کہ اسکو کہیں سے روشنی کا حصول ہو رب کعبہ نے اس کا طریقۂ کار یہ رکھا ہے کہ بعض ایسے ستارے وسیارے پیدا کردئے جن سے ستارے روشنی وچمک حاصل کرتے ہیں اور بعض کی تحقیق یہ بھی ہے کہ رب کعبہ کے حکم سے ستارے میں روشنی آتی ہے بہر حال جو بھی صورتحال ہو ہر ستارہ روشنی کے حصول کا محتاج ہے اسی طرح یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ) بھی روشنی کے حصول کا محتاج تھا رب ذوالجلال کے حکم سے اولاً اسکا انتظام ہوا اور وہ مدرسہ ترغیب القرآن نانی نرولی میں داخل ہو گیا جہاں سے اس نے قرآن مقدس کی اعجازی روشنی سے قلب کو منور کیا اور ساتھ میں کچھ روشنی کی تکمیل کیلئے ہنر (اُردو وغیرہ پڑھا) بھی حاصل کئے اور پھر وقت وزمانہ سے سمجھوتہ کرتے ہوئے ستارہ منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوا اور جامعہ جامعہ حسینیہ راندیر ۱۹۶۱ء میں داخل ہو گیا جہاں پر کافی حد تک تحصیل علم کی روشنی سے قلب معمور ہو چکا تھا یہ بھی دستور ہے کہ بڑی شئی کا حصول ہمیشہ بڑی جگہ سے ہوا کرتا ہے اسلئے اس روشنی کو مزید مستحکم ومضبوط کیا اور تکمیل کیلئے سہارنپور پہنچ گئے سوچا ہوگا کہ وہ ستاروں کا مرکز ہے اور ایک ساتھ کئی ستاروں وسیاروں سے علم کی

روشنی کے حصول کا موقع فراہم ہوگا اور ویسے بھی اس مرکز میں دنیائے انسانی کے لاثانی و بے مثال ستاروں کا ہجوم تھا جن میں نہ صرف جگمگاہٹ تھی بلکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا جذبہ وجنون بھی تھا اور علم کی روشنی کے صحیح طالب کو جگ مگ کر دینے کا سلیقہ بھی تھا اس کی رنگت کونکھارنے وزیب تن بنانے کا ہنر بھی تھا بالآخر اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ) کا ورود انہیں ستاروں کے درمیان ہوا جیسے ہی ابتدائے سال کیا تو وقت کے باکمال و باصلاحیت تربیت یافتہ صحبت اولیاء پائے ہوئے ستارہ (استاذ محترم حضرت مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم) سے تفسیر قرآن (جلالین شریف) کی روشنی کے حصول سے مشرف ہوئے اور پھر ایک عجیب وغریب ستارہ (استاذ محترم حضرت مولانا یونس علیہ الرحمہ) جو مستقبل میں دنیا کے لئے مثال بننے والا تھا ان سے درس حدیث (مشکوٰۃ شریف) کی روشنی کے حصول کا آغاز کیا پھر یہ ستارہ ان ستاروں کے درمیان اور جگہ بناتا گیا اور وقت کی رفتار آگے بڑھتی گئی پھر اگلے سال ۸۵ھ-۸۶ھ میں نسائی وابوداؤد شریفین کو عجب ستارہ (حضرت مولانا یونس علیہ الرحمہ) سے پڑھا ترمذی وصحیح مسلم شریف کے دریائے حدیث میں غوطہ زنی نایاب ستارے (حضرت مولانا مفتی محمد مظفر صاحب) نے کرائی جس سے ستارہ کی چمک بارونق بن گئی اور بخاری شریف کی گتھیوں کو سلجھا کر دینے والا سب سے بڑا ستارہ (جس کی مدد سے مذکورہ سارے ستارے ستارے بنے) بلکہ شہاب ثاقب (حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ) تھا اور ساتھ میں طحاوی شریف کے علوم حدیثیہ سے سیرابی حاصل کرنیوالا عظیم وکبیر ستارہ علوم

@darulmuallifeen

عقلیہ ونقلیہ کا ماہر عجب رنگت کا حامل (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ) تھا اسلئے یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) اپنے اندر بے پناہ رنگتیں لئے ہوئے تھا جس سے عالم اسلام فیضیاب ہورہا تھا نہ صرف یہ کہ یہ ستارہ طالبین کو رنگت وروشنی دیتا تھا بلکہ ان کے قلبی امراض کو درست کر کے ظاہری وباطنی طور پر قوی بنادیتا تھا۔

☆☆☆

ستارہ کا تعلق عظیم ستارے (شہاب ثاقب) سے

طرز دنیا ہے کہ جتنی عظیم شئی ہوتی ہے اسکا تعلق اتنی ہی عظیم شئی سے ہوتا ہے یہ ایسی حقیقت ہے جس سے ہر صاحب عقل و خرد شخص واقف ہے کیونکہ دنیوی منصب وجاہ کے حامل افراد کے عموماً متعلقین وہ لوگ ہوا کرتے ہیں جو مال ودولت عہدہ ومنصب رکھتے ہوں کہتے ہیں کہ چھوٹوں کا بڑوں میں کیا کام اگر چھوٹا بڑوں کے ساتھ ربط میں آ بھی جاتا ہے تو اس کی حیثیت واہمیت نہیں ہوتی بلکہ وہ بڑوں کا چاپلوس وغلام بن کر زندگی گزارتا ہے تو اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کا ربط و تعلق شہاب ثاقب (حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ) کے ساتھ جڑا تھا اسلئے یہ ستارہ شہاب ثاقب کی چمک سے خود کو منور کر رہا تھا جس سے اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کی عظمت و بڑائی کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دنیا کیلئے کس قدر نایاب ستارہ تھا چونکہ شہاب ثاقب (حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ) نے اس کے اندر بڑی شفقت ومحبت و پیار سے نورانی وروحانی روشنی کا انتقال کیا تھا (جس کا اندازہ خود حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ کے شیخ الحدیث اوران کے خلفاء" میں تحریر کردہ مضمون سے ہوتا ہے اوراسی طرح حضرت مولانا محمد شاہد صاحب دامت برکاتہم کے مکتوب تعزیت سے بھی ہوتا ہے)

جس سے اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کا اندرون

وباطن روحانیت ونورانیت سے دوبالا ہوگیا تھا یہ سچ ہے شہاب ثاقب (حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ) کی روشنی کی کرنیں جس ستارے پر پڑ گئیں اوراس نے ان کو قبول کرلیا تو وہ اپنے آپ میں ایک مثال بن گیا اوراس بزم کن فکاں میں جو درحقیقت انسانوں کے لئے مسافر خانہ ہے اوریہاں سب مسافر ہیں ان ستاروں نے راہِ راست وصراطِ مستقیم دکھایا اوریہ ایصال الی المطلوب کا ذریعہ بنے ظاہر ہے اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کواس مقام بلند پایہ پر پہنچانے میں اہم کردار شہاب ثاقب (حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ) کا ہے ورنہ یوں تو ہزار ہا ہزار اس دنیا میں آئے اور چلے گئے جن میں کئی باکمال علمی استعداد وصلاحیتیں موجود تھیں لیکن وہ دنیوی حالات کے جنجال میں پھنس کر گم ہوگئے جن کا اب نہ نام ونشان باقی ہے اورنہ انکا کوئی نام لیوا ہے بس وہ صرف عام انسان کی طرح پیدا ہوئے مقدر کا کھایا، پیا اور زیر زمین سماگئے اس لئے تو کہا جاتا ہے کہ شہاب ثاقب (حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ) کے ماتحت وتابع بنکر کوئی مقدر کا سکندر ہی آتا تھا جس کو رب کعبہ کو مثالی بنانا ہوتا تھا مختصر یہ کہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) جب شہاب ثاقب (حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ) کے ساتھ تھا ظاہراً چھوٹا محسوس ہوتا تھا لیکن درحقیقت بڑا تھا کیونکہ اسکا ربط وتعلق شہاب ثاقب سے تھا اس لئے بعد میں عظیم ثابت ہوا اور عالم اسلامی میں اس کی روشنی پھیلی جس سے امت مسلمہ نے افادہ واستفادہ کیا۔

☆☆☆

@darulmuallifeen

ستارہ کرشمۂ خداوندی

ستارہ کاظہورنیل گوآسمان پرہوتا ہے نظر انسانی اسکانظارہ کرتی ہے اور پھراس کی ٹمٹماہٹ نظرِ آسانی کواپنی طرف مائل کرتی ہے جس سے وہ پرکشش وجاذب نظرلگتا ہے اور جب اسی مخلوق خدامیں انسان فکروتدبر سے کام لیتا ہے تو وہ نت نئے قدرت کے مظاہر سامنے آتے ہیں جس سے رب کی ربوبیت اوراس کی کبریائی کا اندازہ ہوتا ہے کہ کیسے معدوم شئی کواس پرکشش شکل وشباہت میں ڈھال کرموجود کردیا جس کے اندرجگمگاہٹ ہے دلچسپ مناظرہیں آس پاس کا پرنور ماحول ہے دھیمی ،دھیمی ٹھنڈی شعائیں آسمان دنیاسے روئے زمین کی طرف نازل ہورہی ہیں اوراس کے ذریعہ سے اندھیرا آپ ہی آپ کپکپاتااورسمٹتاجاتاجسے اُجالے کے لئے جگہ خالی کرنی ہے اس سہانے اُجالے سے جنگلات میں چرند پرندخود کی حفاظت کرتے ہیں سائنسی دنیاوٹیکنالوجی کے بڑھتے آلات ووسائل بھی اسکااقرارواعتراف کررہے ہیں کہ ہوائی جہازو بحری جہازکی ٹریفک لائن اسی ستارے کودیکھ کرمتعین کی جاتی ہے پتہ چلا کہ مسافراس کے ذریعہ سے منزل مقصودتک پہنچتا ہے عقل سے پردہ ہٹانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کثیرفائدے اسپردلالت کرتے ہیں کہ یقیناً یہ کرشمۂ خداوندی ہے کہ جوچیزافق سماءپرموجودہے وہ لاکھوں میل نیچے اس انسان کی رہبری

ورہنمائی کررہی ہے جوفطرۃً عقلمند ہوشیار واقع ہوا ہے اس سے یقیناً مفکر کو کچھ ہاتھ آسکتا ہے جس سے اسکا ایمان مضبوط وقوی ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ وجود باری تعالی پر اثبات کا ذریعہ ہے کیونکہ عقلِ انسانی حیران ہے کہ ترقی یافتہ دنیا کی کسی کمپنی کی آج تک وہاں رسائی نہ ہوسکی تو پھر یہ ستارہ کس نے بنایا اسکو وجود وحیات کس نے بخشا ظاہر ہے اسکا صانع ومالک وخالق کوئی ذات ہے اسی کو خدا وحدہ لاشریک کہا جاتا ہے اسی طرح یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ) بھی کرشمۂ خداوندی تھا اس کے اندر وہ کمالات واوصاف موجود تھے جس کے ساتھ حق تعالی خیر وبھلائی کا قصد کرتے ہیں اسی کو عطاء فرماتے ہیں اسی لئے ہزار ہا ہزار انسانی افراد ان سے افادہ واستفادہ کرتے تھے اور اس دنیوی مسافر خانے میں رہبری ورہنمائی حاصل کرتے تھے ان کے اندر بعض کمالات ایسے جدا تھے جو عامۂ خواص میں بھی کالعدم ہوتے ہیں جیسے سادگی، عاجزی، انکساری وغیرہ جن سے انسان کی تواضع وخدا ترسی کا اندازہ ہوتا ہے جو لوگ اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کی زیارت سے مشرف ہوئے کہتے ہیں کہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اتنی بڑی شخصیت ہونے کے باوجود عوام کے مابین اس طرح رہتے تھے جیسے ایک عام سا آدمی ہو جو افراد کسی اہل علم کے پاس جانے سے خوف کھاتے وہچکچاتے تھے تو وہ اس شخصیت کے پاس بآسانی وسہولت پہنچ جاتے تھے اور جو گفت وشنید کرنی ہوتی تھی کرتے تھے (بقول میرے ہردلعزیز دوست مولانا سید عبدالحق کینیڈا)

تنبیہ: یہ اشیاء فی زماننا تقریباً اہل علم سے رخصت سی ہوتی چلی جارہی ہیں اس لئے کہ عزت وشہرت کا حصول مقصد زندگی بن گیا۔ حب جاہ وحب مال قلب وجگر

میں گھر کر گیا مزاج ریاء ونمود کا عادی بن گیا اخلاق رذیلہ نے زندہ قلوب کو مردہ بنادیا تو پھر کہاں اخلاق حمیدہ وحسنہ سے آراستگی برقرار رہ سکتی ہے حضرت جیسے علماء ہم جیسے بدحواس وعام طلبۂ علم کے لئے نمونہ ہیں کہ ہم ان کے طرز حیات کو اپنائیں اور نبی پاک علیہ السلام کی مردہ سنتوں کو زندہ کریں تاکہ فلاح دنیوی واُخروی ہمارے قدم چومے۔

☆☆☆

@darulmuallifeen

@darulmuallifeen
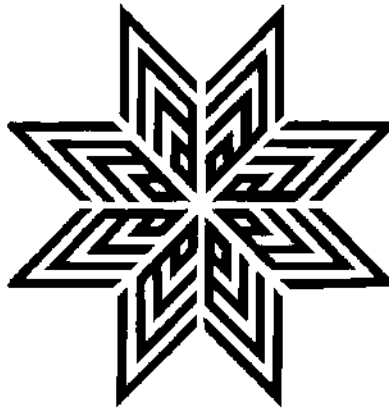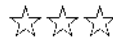
ستارہ برہان الٰہی

افق سماء پر ہر ستارہ برہان الٰہی ہے اسلئے کہ ہر ایک رب کعبہ کو جامع کمالات واوصاف ثابت کرتا ہے اور ان کے لئے کامل حمد وثنا کا استحقاق ظاہر کرتا ہے جو نظر بصیرت سے غور وفکر کرتا ہے وہ کامیاب وکامران ہوتا ہے جو منکر بنتا ہے وہ ناکام ونامراد ہوتا ہے یہی وہ پیغام ہے جو اللہ کے مبعوث کردہ انبیاء نے ہم تک پہنچایا ہے اسی پر نظام دنیا قائم ہے اسی طرح یہ انسانی ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بھی برہان الٰہی تھا ویسے تو ہر انسان کے جسم وجثہ کو دیکھ کر اللہ کی بڑائی ویکتائی پر حجت قائم ہوتی ہے کیونکہ قاضی بیضاوی رب العالمین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کائنات عالم کبیر ہے اور انسان عالم صغیر ہے اگر کائنات کی کسی بھی چیز سے حق جل مجدہٗ کی کبریائی ویکتائی کو سمجھنا ہو تو اعضاء انسانیہ میں غور وخوض کر لیا جائے اس سے صانع کائنات کا علم ہو جائے گا جیسے جسم انسانی میں اُبھرے ہوئے اعضاء ناک وغیرہ ہیں اس سے روئے زمین پر پہاڑوں کی ساخت کا اندازہ ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح ہر عضو کائنات کی کسی نہ کسی شئی کی ساخت پر دلالت کرتا ہے تو یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) اس اعتبار سے تو برہان الٰہی ہے ہی لیکن ساتھ ساتھ اس کے اعمال وافعال سے بھی حق جل مجدہٗ کی کبریائی ویکتائی کا علم ہوتا ہے ظاہر ہے انسان ناقص وضعیف واقع ہوا ہے بغیر حق جل مجدہٗ کے ارادہ

وجاہت کے کوئی قدم تک نہیں اٹھاسکتا ہاتھ تک نہیں ہلاسکتا تو پھر اتنے عظیم وکبیر کارنامے انسان خود کیسے کرسکتا ہے کہ جس سے عالم یوروپ میں انقلاب برپا ہوجائے اودین واسلام کے علمبرداروں کا ایک جم غفیر نظر آئے تقریباً ۳۷ رسال کی قلیل مدت میں اتنا عظیم کارنامہ وجود میں آنا یہ نصرت الٰہی ومدد خداوندی سے ہی ہوسکتا ہے جب انسان بلند حوصلہ وجرأت مندی سے کام لیتا ہے تو نصرت الٰہی ومدد خداوندی شامل حال ہوجاتی ہے جس سے مشکل وکٹھن کام آسان ہوجاتے ہیں اور جب انسان ان کو کرگزرتا ہے تو ذہن ودماغ میں یہ خیال گردش کرتا ہے کہ میں نے اتنا سخت ومشکل کام کیسے کیا ہے تو وہ خود پر حیرت وتعجب کرتا ہے آخر کار بزبانِ حال کہتا ہے کہ کسی نے صحیح ہی کہا ہے کہ ہمت مرداں ومدد خدا انسان کے اس قول وفعل سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ انسان خود کو مجبور وضعیف سمجھ رہا ہے اور حقیقی مالک ومشکل کشا وحاجت روا رب کعبہ کو سمجھ رہا ہے یہی وہ شئی ہے جس کے ذریعہ سے برہان الٰہی کا فلسفہ سمجھ میں آیا ہے کیونکہ یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بھی کچھ ایسی ہی راہوں کا راہی تھا ایسا شخص جو انڈیا سے یوکے گیا ہو اور وہاں مسجد میں زینت محراب وممبر بنا ہو یہ کون کہہ سکتا تھا کہ انقلاب لائے گا تبدیلی لائے گا تبلیغ اسلام کے لئے خود کو وقف کرڈالے گا اور پھر رب ذوالجلال اس سے وہ کارنامے کرائے گا جس سے اسکا ذکر مخلوق خدا کی زبان زد ہوگا اس کی زیارت کرنا عبادت بن جائے گا اس کے ساتھ نشست وبرخاست باعث فخر سمجھا جائے گا اور ہزاروں وہ انسان جو رب کعبہ کو بھول چکے ہونگے دنیوی زیب وزینت نے ان کو اندھا بنادیا ہوگا فکر آخرت کے قلب سے رخصت ہوجانے نے ان کو مقصد حیات

سے دور کر دیا ہوگا اس ستارہ کا قرب وصحبت اختیار کر کے ولی کامل بن جائیں گے ظاہر ہے یہ عظیم اشیاء انسان کے بس سے باہر ہیں کسی کے دل میں بلا کی محبت بھر دینا اور اس کو صحیح ودرست راستے پر ڈالنا یہ حق جل مجدہٗ کی طرف سے ہوتا ہے جسکا سبب انسان بنتا ہے اور اگر اس پر تفکر وتدبر سے کام لیا جائے تو درحقیقت یہ سبب برہانِ الٰہی ہوتا ہے جو انسانی شکل میں دنیا میں رونما ہوتا ہے جس کو دیکھ کر اللہ کی یاد آتی ہے ایسا ہی کچھ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بھی تھا۔

☆☆☆
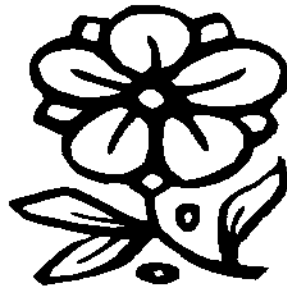
ستارہ نشانی باری تعالی

قدرت کی پیدا کردہ ہر شئی نشانی باری ہے آسمان دنیا سے لیکر روئے زمین تک پہاڑوں کی چٹانوں سے لیکر سمندروں کی لہروں تک ریگستانوں کے ذرات سے لیکر دریاؤں کے قطروں تک ہر شئی نشانی باری ہے اسی طرح افق سماء پر جتنے ستارے ہیں وہ سب بھی نشانی باری ہیں اسلئے انسان ستاروں میں غور کرتا ہے تو ہر ایک ستارہ الگ وجدا نظر آتا ہے اوران کے اندر سے بے شمار حیران کن وتعجب خیز حقائق سامنے آتے ہیں اور پھر ہر ستارہ میں ان گنت نشانیاں ہیں جو شخص ان کے اندر غوطہ زنی کریگا وہ ایسے فسانۂ عجائب چن چن کر باہر لائے گا جن کو دیکھ کر عقل انسانی حیران وششدر رہ جائے گی اسلئے قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے: **ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار لایات لاولی الالباب.**

اسلئے انسانی تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے یہ صاف واضح وعیاں ہوجاتا ہے کہ بعض اشخاص بلاء کے ذہین ہوتے ہیں ان کی عقل وخرد بے پناہ وسیع ہوتی ہے بلکہ ان کو عقلاء کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے اور آج کی موڈرن دنیا میں ان کو سائنسداں کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے تو جب انہوں نے اپنی ناقص عقل کے گھوڑے دوڑائے تو انکے ستارو میں ریسرچ کرتے کرتے ایسے

@darulmualifeen

مضبوط وقوی حقائق سامنے آئے جو انسانی عقل سے ماوراہیں اور قدرت الٰہیہ پر ایسی علامات ونشانیوں کا ظہور ہوا کہ وہ عش عش کرنے لگے ان کے سائنسی قوانین واصول مدہم پڑ گئے وہ خود کو اور تمام سائنسی دنیا کو مجبور محض بتلانے لگے اور بغیر رب کی ربوبیت پر یقین رکھے سائنسداں بننے کو ناکام کاوش قرار دینے لگے اور پھر فوراً دامن اسلام میں آئے اور لوگوں کو اسلام کی حقانیت وسچائی کا یقین دلانے لگے جس کو توفیق الٰہی ہوئی وہ مشرف باسلام ہو گیا اور جو عقل کا مارا سمجھ نہ سکا وہ ایسی تاریک ترین راہ پر چلا گیا جہاں ہر طرف خوف وخطر کا ماحول ہے تو جب بے بولتی مخلوق اتنی نشانیاں اپنے اندر پوشیدہ رکھتی ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک سائنسداں ایمان لے آئے تو پھر جس مخلوق کو قوت گویائی عطا کی گئی اشرف المخلوقات بنایا گیا ہر شئی کا وجود اسی کے لئے قائم کیا گیا تو وہ بدرجۂ اولیٰ باری تعالیٰ کی عظیم نشانی ہو گی کہ جس کے ہر ہر عمل وفعل سے رب کی ربوبیت وحق کی حقانیت وخدا کی خدائی ویکتائی سمجھ میں آئے گی اور پھر ان میں سے بھی وہ انسان جو حقیقی معنی میں پروردگار کا صالح ونیک بندہ ہو اور ہر وقت اس کی وحدانیت ویکتائی کو دنیا کے سامنے بیان کر رہا ہو وہ اپنے آپ میں کتنی بڑی نشانی ہو گا چنانچہ یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ) بھی کچھ ایسا ہی تھا جس کو سراپا آیۃ من آیات اللہ ہی کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کی طرف سے مخلوق کے دل میں محبت کا پرچم لہرانے والا رب ذوالجلال ہے اور لوگوں کے قلوب کا میلان بھی اس کی طرف کرنے والا بھی وہی ہے جس کے ذریعہ انہوں نے اس مختصر دنیوی سفر میں کامیاب وکامران زندگی گزاری اور امت مسلمہ کے لئے بڑے کارنامے انجام دئے ظاہر

ہے آج کی دنیا میں بھائی بھائی کی گردن کاٹنے پر تلا ہے دوست دوست کے خلاف آواز بلند کررہا ہے ایک دوسرے کی مدد کرنا تو درکنار دوسروں کے حقوق تک کو پامال کیا جارہا ہے ایسے المناک ماحول میں لوگ مکمل اعتماد واعتبار کے ساتھ کسی کا ساتھ دیں اور لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کر کے مدارس واسکولس وکالجس کا جال بچھائیں تو اس سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ کوئی ذات ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں انسانوں کے قلوب ہیں وہ جس طرف قصد کرتا ہے انکا رخ پھیر دیتا ہے اسلئے جب ان کو یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) نشانی باری نظر آیا تو انکا کھچاؤ اس کی طرف بڑھتا گیا اور محبت والفت قلب میں راسخ ہوتی گئی اور جب مزید قرب حاصل ہوتا گیا تو اس کے اندر سے نشانیوں کا ظہور ہوتا گیا مثلاً اس کے اخلاق وکردار کا ظہور جس کی روشنی وچمک کا اثر ان پر پڑتا گیا یہاں تک کہ لوگ ان کے گرویدہ ہوگئے اب اگر وہ کسی کو کوئی کام بتائے تو وہ کردیتا تھا بس اس سے علم ہوچلا ہے کہ یہ ستارہ نشانی باری تعالی تھا اور اس کی طرف انسانوں کا قلب حق جل مجدہٗ نے پھیرا تھا تو جو اس امر میں غور وفکر کر گیا تو وہ برملا وبرجستہ کہے گا کہ کوئی قادر مطلق ویکتا زمانہ ہے جو انسان کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر ثریا پر پہنچاتا ہے اور ہزاروں وسیکڑوں انسانوں کو اس کے تابع بنادیتا ہے ایسا ہی کچھ اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) میں دیکھنے کو ملا تھا یہی وہ دوسرا نکتہ ہے جس کے ذریعہ اسکا نشانی باری تعالی ہونا ثابت ہوا۔

☆☆☆

ستارہ سے حصولِ معرفت الٰہی

راہِ الٰہی کا راہی پریشان وسرگرداں رہتا ہے کہ کسی شئی کا پتہ چلے جس سے معرفت الٰہی کا حصول ہوجائے وہ اسکے لئے ہر ممکن سعی وکوشش کرتا ہے وہ اولاً ذکر واذکار سے خود کے قلب کو منور ومجلیٰ کرتا ہے اور پھر ظاہر وباطن ہر دو کو سنوارنے کی مکمل کوشش کرتا ہے ظاہری اعمال بھی احکام خداوندی کے تحت گزارتا ہے اور باطنی اعمال کو بھی اسی کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق کرتا ہے جب اس کی اعمال ظاہرہ وباطنہ پر مضبوط گرفت ہوجاتی ہے اور وہ اپنے اندر سے اخلاق رذیلہ وامراض باطنہ کو نکال پھینکتا ہے اور اخلاق حمیدہ وحسنہ سے خود کو آراستہ کرلیتا ہے تو پھر وہ معرفت الٰہی کی طرف بڑی برقِ رفتاری سے قدم بڑھاتا ہے اور یہ وہ تسلسل ہوتا ہے جو کبھی ٹوٹنے نہیں پاتا ہے تو وہ سب سے پہلے **تتفکروا فی خلق اللہ** کے تحت مخلوقات باری میں فکر وتامل سے کام لیتا ہے اور یہ عارف باللہ بننے کی وہ پہلی سیڑھی ہوتی ہے جس پر چل کر اسکو واصل بننا ہوتا ہے اسلئے وہ ہر دنیوی شئی پر نظر کرتا ہے اور اسکے ذریعہ سے شانِ رب ذوالجلال کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور رب ذوالجلال کی ہر مخلوق کو فائدہ مند وکامیاب خیال کرتا ہے کیونکہ وہ جس چیز کو بھی دیکھتا ہے اسکے اندر سے اس کو معرفت الٰہی کا کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے اسلئے کہ کائنات کے ہر ذرہ میں حکمت خداوندی ومصلحت الٰہی کا بے پناہ سرمایہ موجود ہے

@darulmualifeen

اسلئے ہرشئی سے اس ذات لاثانی کی شان اقدس کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کی کبریائی وعظمت کی لامحدودیت کا خیال دل میں راسخ ہوتا ہے تو جس طرح عارف دیگر اشیاء میں تدبر وتفکر کرتا اور معرفت الٰہی کے حصول میں کوشاں رہتا ہے اسی طرح افق سماء پر جب ستاروں کے خوبصورت منظر پر اس کی نظر پڑتی ہے تو فوراً اسکا ذہن رب کی شان وکبریائی کی طرف دوڑتا ہے کہ آخر وہ کیسی ذات ہوگی جس نے بغیر ستون کے اس نیل گوں چھت کو بنایا جس طرف بھی نظر دوڑاؤ تو یہ تھال نما دکھتی ہے اور پھر اس کے آس پاس ستاروں کا نظم کیا جس سے اس نیلی چھت کا حسن دوبالا ہوگیا ایسا لگتا ہے جیسے ستاروں کو اس نیل گول چھت پر چسپاں کر دیا گیا ہو بہر حال عارف کے لئے اس میں بڑے قیمتی قیمتی سرمائے مخفی ہوتے ہیں۔

جیسے ہر چھوٹی سے چھوٹی وبڑی سے بڑی چیز کو عام انسان دیکھتا اور چھوڑ دیتا ہے لیکن سائنسداں اس چیز پر ریسرچ کر کے کوئی بڑا کام کرتا ہے جس سے انسانی افراد بے پناہ فائدہ ونفع حاصل کرتے ہیں اور وہ دنیا کے لئے مثال بن جاتا ہے ٹھیک ایسے ہی عارف بھی کرتا ہے اور یہ اس کی حقیقی منزل ہوتی ہے آخر کار وہ مثالی بن جاتا ہے تو جب عارف ستارہ میں فکر کریگا تو اس کے سامنے انوکھے وتعجب خیز نظارے آئیں گے مثلاً یہ کہ کیسے یہ ستارہ بغیر کسی سہارے کے ہوامیں موجود ہے جب کوئی معمولی ہلکی پھلکی چیز ہوا پر بغیر کسی سپوٹ کے نہیں ٹھہر سکتی تو پھر یہ اتنی بڑی چیز کیسے ٹھہری ہے اس سے علم ہوچلا ہے کہ یہ انسانی عقل سے ماوراء شئی ہے اس کا تعلق کسی اور ذات سے ہے جو حاکم ومالک ہے جس کے حکم پر یہ نظام دنیا جاری ہے اور اسکا حکم ہواؤں وفضاؤں وخلاؤں پر بھی ہے لہٰذا جب اس نے ہوا کو حکم دیا کہ اس

@darulmuallifeen

کو اٹھا کر رکھنا ہے تو وہ اٹھائے ہوئے ہے بس سمجھ میں آ گیا کہ یہ ہے وہ شان کبریائی جو اس ذات کو ہر ذات سے جدا و مختلف کر دیتی ہے اس کے کمالات واوصاف بے مثال ولا ثانی ہیں اسلئے وہ تمام تعریفات کا استحقاق رکھتا ہے لہٰذا عارف کو راستہ کا حصول ہو گیا کہ جب اس ذات کے سامنے سب ہیچ ہے اور ہر دنیوی شئی یہاں تک کہ ستارے جیسی اور ہواؤں جیسی اشیاء بھی اس کے حکم کی پرستار و تابع ہیں تو پھر دنیوی اشیاء سے محبت کر کے کیا فائدہ ان کو تو زوال ہی زوال ہے اور یہ تو محتاج ہی محتاج ہے اسلئے عاشق بنو اس ذات کے جس کی عاشقی دائمی و ہمیشہ ہمیش ہو ظاہر ہے یہ صرف ستارے میں فکر و تدبر سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، اسلئے ستارہ بذات خود کوئی معمولی و حقیر چیز نہیں ہے جو اس عارف کو اتنا عظیم راستہ دکھا رہا ہے ٹھیک اسی طرح یہ ستارہ (حضرت مولانا عارف متالا علیہ الرحمہ) بھی انسانوں کو معرفت الٰہی کا وہ راستہ دکھاتا جس کا مقصد تعلق مع اللہ کا قیام ہوتا اور معرفت الٰہیہ کا حصول ہوتا اسلئے کہ یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بذات خود عظیم الشان شخصیت تھی کیونکہ ان کی نسبت اس شیخ العرب والعجم سے تھی کہ جن کے واصل باللہ ہونے میں شاید ہی کوئی شک کرے اس لئے کہ اس وقت کے اقطاب وابدال ان کو تسلیم کر چکے تھے اب ظاہر ہے اتنی عظیم ہستی نے خلافت کی دولت سے نوازا تھا تو اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) میں کچھ نہ کچھ تو چمک وروشنی ہوگی جس سے معرفت الٰہیہ کا حصول آسان ہوگا کوئی تو کرشمۂ خداوندی پوشیدہ ہوگا جس سے شان کبریائی کا اندازہ ہوگا۔

☆☆☆

@darulmualifeen

مثالی ستارہ

یوں تو افق سماء پر ستاروں کا ہجوم ہوتا ہے لیکن بعض ستارے اپنا نمایاں مقام رکھتے ہیں تاریک شب میں تھال نما نیلے آسمان پر ستاروں کے منظر کا نظارہ کرنیوالا بتا سکتا ہے کہ ستاروں کا کیسا سما ہوتا ہے اور ممتاز ستارے کی کیا خوبیاں ہوتی ہیں جیسے ہمیشہ ایک ستارہ چاند کے پاس نظر آتا ہے جو چاند نظر آنے سے قبل ظاہر ہو جاتا ہے روئیت ہلال کے منتظرین اس ستارہ کو دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ چاند نظر آئے گا ظاہر ہے یہ ستارہ دیگر ستاروں سے ممتاز مقام رکھتا ہے کیونکہ اس کے اندر وہ کمال ہے جو کسی دوسرے میں موجود نہیں ہے اس لئے یہ لوگوں کی نظروں میں اہمیت رکھتا ہے اور وہ اس کی مثال دیتے ہیں کہ ستارے کے بغیر چاند نظر نہ آئے گا ستاروں کے جہاں میں ایسے بہت سارے ستارے ہوتے ہیں جو اپنے آپ میں بے مثال ہوتے ہیں لیکن اس کو سمجھنے کیلئے علم نجوم سے واقفیت ضروری ہے جس کی تعلیم و تعلم کی شریعت اسلامیہ میں اجازت نہیں ہے کیونکہ بعثت رسول پاک علیہ السلام کے بعد علم نجوم کا حصول حرام قرار دیدیا گیا تھا تو بہر حال بعض ستارے مثالی ہوتے ہیں ایسے ہی جہان انسانی کا یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بھی مثالی ستارہ تھا کیونکہ بعض اوصاف و کمالات نے ان کو مثالی بنا دیا تھا جیسے ان کے اندر ایک عجیب کمال یہ تھا کہ امت مسلمہ کا درد ان کو ہمیشہ ستاتا رہتا تھا کہ کیسے امت مسلمہ جہالت و پستی سے نکل کر علم و بلندی کا راستہ اختیار کرے جس کی دلیل دار العلوم بری کا قیام ہے اور کیسے امت مسلمہ کے سیاسی و سماجی حالات

@darulmuallifeen

درست ہوجائیں جن سے انکا کائنات انسانی میں مقام ومرتبہ رعب ودبدبہ قائم ہوجائے اور کیسے نئی نسل کے جذبات واحساسات کو سمجھ کران کے تعلیم وتعلم کا انتظام کیا جائے تا کہ یوروپ کے پراگندہ ماحول میں رہ کربھی وہ اپنے دین وایمان کی حفاظت کرسکیں اور خداوحدہٗ لاشریک کی خدائی ونبی کی نبوت کو نہ بھولیں بلکہ اشاعت دین واسلام میں خودکولگانا باعث فخر سمجھیں خواہ وہ اسکول میں ہو یا کالج میں یا کسی کمپنی کے آفس میں ہو یا پھر تجارتی دنیا کے سفر میں ہر جگہ احکام شرعیہ کا پابند رہیں چنانچہ یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ) اپنے اس مشن میں کافی حدتک کامیاب بھی ہوا کیونکہ اس ستارے نے دینی مدارس سمیت کئی ایسے اسکول وکالج کا بھی انتظام کیا ہے جس میں اسٹوڈینٹس علوم عصریہ کے ساتھ ساتھ دینی علوم کا سرمایہ بھی حاصل کررہے ہیں جو آج کی دنیا کی ضرورت ہے اس کے علاوہ سیکڑوں اوصاف وکمالات تھے (غرباء ومساکین کی مالی مدد کرنا بے سہارا مریضوں کے علاج کرانے میں مدد کرنا اوران کے لئے سہولیات مہیا کرانا وغیرہ)

(بقول عزیزم سید مولانا عبدالحق صاحب کینیڈا)

یہی وہ کمالات تھے جنہوں نے اس ستارے (حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ) کومثالی بنادیا تھا جودیگر اہل علم حضرات کے لئے نمونہ ہیں کیونکہ اس ستارے (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) پر یہ کہاوت مکمل صادق آتی ہے جیو تو مثالی بن جاؤ اور ظاہر ہے یہ ستارہ تو دنیا وآخرت انشاء اللہ ہر دو میں مثال بن گیا اسلئے اہل علم حضرات کوایسے ہی وسیع فکر ونظر کا حامل ہونا چاہیئے تا کہ اللہ ہر میدان وہر طبقہ میں دینی خدمات کا موقع عنایت فرمائے۔

☆☆☆

@darulmualifeen

ستارے سے اندھیری دنیا میں روشنی

دنیا کے جغرافیۂ نقشے میں علاقۂ یوروپ بھی ہے جس کو غیر معمولی ترقی یافتہ دنیا سمجھا جاتا ہے وہاں انسان زندگی کی تمام تر سہولیات کا انتظام وانصرام موجود ہے بڑی تعداد میں عیسائیت کے نام لیوا بستے ہیں لوگوں کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے خوشحالی وخوش سامانی کا بہتاہوا سیلاب ہے جس کے سبب لگژری گاڑیوں کی بہتات ہے خوبصورت مکانات وبنگلوں کی کثیر تعداد ہے نفس کی رغبت الجھاؤ ومیلان کے لئے ہر قسم کی سہولتیں موجود ہیں میخانے بھی ہیں شاہدانِ سیمین بدن کے خلوت کدے بھی ہیں نغمہ ورقص کی محافل کی کثرت بھی ہیں فحش کاری کے اڈے بھی ہیں میخانوں وزناخانوں کا دوردورہ بھی ہے عریانیت وفحاشیت کا سلسلہ بھی ہے اسی لئے وہاں شرابیوں وزانیوں کا جمگھٹا ہے ظاہراً تو یہاں کے باشندے بااخلاق، بامروت وہمدرد خیال کئے جاتے ہیں لیکن ان کی معاشرت یہ باور کراتی ہے کہ یہ صرف نام کے انسان ہیں ورنہ حقیقۃً انکا انسانی دنیا سے کوئی تعلق باقی نہیں ہے عیاشی وعیش کوشی کی آگ نے ان کو جھلسا دیا ہے زینت دنیا نے ان کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے فکر آخرت سے اعراض نے ان کو بے حس کردیا ہے اب صرف ان کا مقصدِ زندگی بدمست جوانی کو عیش پرستی کے ساتھ گزارنا ہے حلال وحرام کا امتیاز کئے بغیر مال کا حصول انکا مشن ہے اوراس کے ذریعہ سے اس دنیائے فانی کی چمک دمک کا

نظارہ کرنا ہے اسلئے وہاں ہر ایک کو اپنی پڑی ہے نفسی نفسی کا عالم ہے مرد وعورت ہر ایک کمانے کی مشین ہے جس کی وجہ سے باطنی طور پر ماحول کی آلودگی پروان چڑھ رہی ہے بغیر نکاح کے مرد وعورت کا ساتھ رہنا اور حد سے تجاوز کر جانا کوئی جرم نہیں خیال کیا جاتا ہے وہاں کے تھنکرس کا کہنا ہے کہ ماحول وسوسائٹی پر کیسے قابو پایا جائے جب کہ بلی تھیلے سے باہر آ گئی ننگا حمام سے باہر آ گیا ظاہر ہے اس کو دم توڑتی تہذیب وتمدن ہی کہا جاسکتا ہے (لیکن حیرت ہے کہ آج دنیا پر اسی کلچر کا غلبہ ہے اور دنیا اس سے اتنی متاثر ہے کہ وہ ہر شئی میں یوروپ کو اپنا آئڈیل سمجھتی ہے) تو جب انسان ایسے پراگندہ ماحول میں زندگی بسر کریگا اور اتنے گناہ آلود معاشرہ، بری سوسائٹی اور مذموم گردوپیش میں زندگی کا سفر طے کریگا تو فطرتِ انسانی ہے کہ اس کے قلب کا میلان بھی اسی طرف ہوتا ہے اور خصوصاً جب عہد شباب میں ہو تو اس کے جسم کی قوت وطاقت ہر اس شئی پر اس کو آمادہ کرتی ہے جس سے اس کو لذت وفرحت وشادمانی محسوس ہوتی ہے اب ظاہر ہے لذت دنیا اکثر ان اشیاء میں ہے جن کو شریعت اسلامیہ نے حرام وممنوع قرار دیا ہوا ہے تو جو اہل اسلام یوروپ میں قیام پذیر تھے ان کے لئے ضروری تھا کہ اس اندھیر نگری میں کوئی ایسی روشنی وچمک ہو جس سے ان کو راہِ راست کا علم ہو جائے صراط مستقیم کا پتہ چل جائے پیغامات رب ذوالجلال کی حقانیت ظاہر ہو جائے جس نے اسلامی تہذیب وتمدن وسیاست کی صحیح ودرست راہ کا حصول ہو جائے اور نئی نسل کیلئے حقوقِ انسانیت کا کوئی مضبوط نظام حاصل ہو جائے جو تعلق مع اللہ کا ذریعہ بن جائے چنانچہ ۱۹۷۳ء سے پہلے تک یوروپ میں اور خصوصاً یوکے میں چیدہ چیدہ مکاتب دینیہ کا نظام تھا مستقل عالمیت

کی تعلیم کا کوئی بڑا مدرسہ موجود نہ تھا یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) وہاں اپنی علمی، دینی خدمات کی روشنی سے انسانوں کو روشن کررہا تھا اور انسانوں پر اس کا اثر ورسوخ جما ہوا تھا ان کے خداترس ومخلص ہونے میں کسی کو کوئی تردد وشک نہ تھا ان کے خداترس ومخلص ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہ تھا اسلئے ان پر اعتماد وبھروسہ کیا جاتا تھا تو ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) گردش میں تھا چاہتا تھا کہ کوئی انوکھا کارنامہ انجام دیا جائے جس کے اندر دوام واستمرار ہو جو نہ صرف دنیوی زندگی بلکہ اُخروی زندگی میں بھی کارگر ثابت ہو جذبہ تھا حوصلہ تھا دردِ دل تھا اسلئے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ کے ایماء پر دارالعلوم الخلیلیہ رشیدیہ کا سنگِ بنیاد رکھ دیا جس کا نام بعد میں دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ ہوگیا اور پھر یہ دارالعلوم بری کے نام سے مشہور ہوا۔

(اس کے لئے دیکھئے حضرت کے بارے میں یوسف شبیر کا انگلش آرٹیکل)

ستارے کی روشنی کی اس کرن کا اثر یہ ہوا کہ ہزار ہا ہزار مہمانانِ رسول ے علوم ربانیہ کے اس بہتے دریا سے اپنی علمی پیاس کو بجھایا اور اہل اسلام کی صلاح وفلاح کے لئے خود کے کندھوں پر بوجھ اُٹھایا اور .U.K سے لیکر USA تک اس دریا سے نکلنے والی نہروں کا علمی سیلاب بہا جس سے نہ صرف .U.K مستفیض ہوا بلکہ پورے یورپ کے اہل اسلام فیضیاب ہوئے اور عالم اسلام میں انقلاب برپا کردیا کہا جاتا ہے کہ اس ستارے (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کا یوروپ پر احسان عظیم ہے کہ جس کو بھلا یا نہیں جاسکتا آج بحمد للہ وہاں ہزاروں کی تعداد میں مساجد ومدارس کا جال بچھا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کے صحیح پرستار وہاں سجدہ ریز ہورہے ہیں اور نبی پاک علیہ

السلام کی سیرت وکردار کا نغمہ گایا جارہا ہے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں ستارہ کو اس دارالعلوم بری کی بدولت واکابرین کی دعاؤں کے صدقے میں اور راہِ خداوندی میں مجاہدات کی فہرست میں شامل ہوگیا کہ جن کو عظیم انقلابی افراد کے لقب سے نوازا گیا جس کی شہادت یوسف شبیر کے انگلش آرٹیکل کی یہ سطور دیتی ہیں:

Hadrat Was included in the list of 500 most influential muslims in the world.

☆☆☆
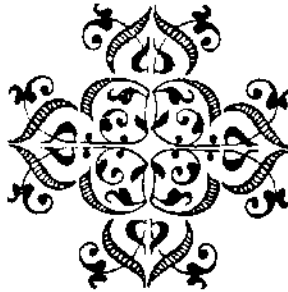
ستارے کا انقلاب

اُفق سماء پر بعض اشیاء گردش کرتی رہتی ہیں جن کی چمک دمک کو دیکھ کر انسان ستارے خیال کرنے لگتا ہے جب کہ یہ اس کی نظر کی بھول ہوتی ہے اسلئے کہ ستارے کا انداز جداگانہ ہوتا ہے جس سے ستارے کی خصوصیات وامتیازات کا اندازہ ہوتا ہے اور پھر کوئی ماہرفن دوربین وخوردبین سے ستارے کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو علم ہوجاتا ہے کہ حقیقی معنی میں ستارہ کونسا ہے تو پھر یہ ستارہ انقلابی ہوجاتا ہے اس لئے کہ اس کی صداقت وحقانیت کے سامنے دیگر ستارے نما گردش کرنیوالی اشیاء بیکار وبے فائدہ سمجھی جانے لگتی ہے اب اگر کوئی ستارہ کو دیکھنے کے نظریہ سے آسمان پر نظر ڈالے گا تو اسکا ذہن وخیال اس حقیقی وصحیح ستارے کی طرف جائے گا جس کی بناوٹ وسجاوٹ کا طرز سب سے الگ نمایاں ہوگا ایسا ہی انقلاب کچھ اس ستارے (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) نے بھی برپا کیا ہے اسکا مختصر منظرنامہ یہ ہے کہ سرزمین ہند پر انگریز کا ناپاک سایہ پڑا اور اس نے سب سے پہلے جس قوم کو نشانہ بنایا وہ مسلم قوم تھی ہزارہا ہزار مسلم نوجوانوں کو تختۂ دار پر لٹکایا ان کے خون سے ہولی کھیلی بے شمار جواں لڑکیاں بیوہ ہوگئیں معصوم بچے یتیم ہوگئے دبایا، ستایا، کاٹا، مارا جس طرح اسکا بس چلا وہ اس نے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے مسلم عورتوں کی عزت وآبرو کو پیروں تلے روندا بالآخر اس نے یہ نعرہ لگایا کہ ہم تو وہ ہیں

کہ جن کی حکومت واقتدار میں سورج تک غروب نہیں ہوتا ہم سے دنیائے انسانی میں کون مقابلہ کرسکتا ہے لہٰذا ہم سرزمین ہند کی بیدار مسلم قوم کوصفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے جن کے پاس نہ اقتدار ہوگا نہ سیاست ،نہ تہذیب وتمدن ہوگا نہ مال ودولت ،بس وہ بے بس و بے جان ہوکر زندگی بسر کریں گے اس وقت کے ٹائمس آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر ڈیلینگ نے لکھا تھا کہ عیسائیت اس ظلم وستم کونہیں بھلا سکتی جوعیسائیوں نے بھارتیوں پر کیا ہے اسی طرح مشہور انگریز مؤرخ ٹامس کا بیان ہے کہ انگریز نے مسلم علماء وعوام کو نہ صرف سولی پر چڑھایا بلکہ دہکتے شعلوں پر بھی لٹا یا جس سے انکا جسم وجان جھلس گیا لیکن رب ذوالجلال کے حکم سے اور اکابرین کی قربانیوں کے نتیجہ میں انگریز کو سرزمین ہند سے رخصت ہونا پڑا اور بھارتیوں کے گلے سے غلامی ومحکومی کا طوق نکلا یہ انگریز جو اسلام واہل اسلام کوصفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتا تھا شاید اقتدار وسلطنت کے نشہ نے مال ودولت کے گھمنڈ نے اس کو بھلا دیا تھا کہ:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا کہ دباؤں گے اتنا ہی وہ اُبھرے گا

—————— اور ——————

جتنا کہ تراشو گے اتنا ہی وہ سوا ہوگا
اسلام وہ پودا ہے کاٹو تو ہرا ہوگا

اللہ جزائے خیر دے ان گجراتیوں کو جہاں گئے دین واسلام کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اس مقام پر جہاں کا یہ انگریز تھا (اس سرزمین میں صرف وصرف خشکی ہی خشکی

تھی ظلم وزیادتی کا بازار گرم تھا انسان سخت دل وتنگ دل ہو چکا تھا عیسائیت کا صرف نام باقی تھا ورنہ درحقیقت یہ لوگ دہریہ وکمیونسٹ بن چکے تھے وہ قدرت خداوندی سے ٹکرار ہے تھے اور مخلوق خدا کو پریشان کرر ہے تھے لاکھون انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور کئی ممالک کے سرسبز وشاداب ماحول کو خس وخاشاک میں تبدیل کر دیا تھا ان کے دامن خون انسانی سے لت پت نظر آتے تھے مبلغ وداعی بنے اور سیکڑوں مدارس اسلامیہ ومراکز دینیہ کا جال بچھایا جس سے آج دنیائے یوروپ کا نقشہ تبدیل ہوتا ہوا نظر آرہاہے اسلام تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا جارہاہے جس میں ہندوستان کی آزادی کے بعد سب سے عظیم کردار جس شخصیت کا نظر آتا ہے وہ ہے ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) جنہوں نے یہ پہل کی تھی کہ دیگر خدمات دینیہ کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے قصبہ بری میں دینی قلعہ دارالعلوم کا آغاز کیا جائے جو درحقیقت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ کی فکر کا شاہکار تھا یہ دارالعلوم ایسا مضبوط تنا آور درخت بنا جس کی شاخیں پھلدار، پیتاں سایہ فگن اور تنا پناہ دینے والا تھا بس جو بھی اس کے زیرسایہ آتا گیا وہ بے پناہ خوبیوں وکمالات کا مالک بنتا گیا اور سایہ سے نفع حاصل کرکے درخت کا پھل کھا کر اس قدر طاقتور بنا کہ باطل کو للکارا پنجہ آزما ہوا اور باطل کی جڑوں کو ہلا ڈالا جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ آج یوروپ میں اسلام کے نام لیواؤں کا ایک جم غفیر رہتا وبستا ہے اور دنیائے باطل اس سے تھرا اٹھی ہے۔

☆☆☆

@darulmuallifeen

ستارہ کی رنگت

ستارے کی طرف بغور دیکھنے سے علم ہوتا ہے کہ اس کے اندر مختلف رنگتیں ہوتی ہیں کیونکہ جب وہ ٹمٹماتا ہے تو جدا جدا رنگ دکھائی دیتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب اس کے قریب جا کر دیکھیں گے تو عجیب رنگ کا ماحول ہوگا یہ بھی سچ ہے ستارہ جتنا زیادہ رنگوں کو لئے ہوئے ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ کشش و کھچاؤ خود کے اندر رکھتا ہوگا ٹھیک اسی طرح یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف علیہ الرحمہ) بھی اپنی حیات مبارکہ میں مختلف رنگتیں لئے ہوئے تھا جو اس کی حیات کے حسن میں مزید اضافہ کر دیتی ہے اسلئے کہ ہر ایک رنگ خود اپنے آپ میں مثال ہے یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کو بلند مقام و مرتبہ بنادیا تھا اور یہ خدا کی طرف سے عطا کردہ وہ کمالات و خوبیاں ہوتی ہیں جو انمول و بیش بہا ہوتی ہیں جن کی قیمت انسان ساری زندگی سجدہ ریز ہو کر نہیں چکا سکتا ہے۔

(۱) علم کی رنگت

یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) میدان علم کا شہسوار تھا اور اس کے تبحر علمی کا شہرہ عالم اسلام میں تھا ہر علم سے وابستگی رکھنے والا شخص اس سے الفت و محبت وقعت و عظمت رکھتا تھا اس کے علم کی روشنی کی کرنیں جہاں تک پڑتی

@darulmualifeen

گئیں اس بستی وعلاقے کو روشن کرتی چلی گئیں ہزار ہا ہزار اہل علم کو اس نے انگلی پکڑ کر علم وفن کے راستے پر چلنا سکھایا ہے جو آج آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہے ہیں اور انسانی دنیا ان کے ذریعہ سے علوم ربانیہ کا حصول کر رہی ہے یہ ایسا سرمایہ ہے جس کا علم اس وقت ہوگا جب کہ دنیا حشر میں محشور ہوگی اور ہر شخص کی یہ خواہش وچاہت ہوگی کہ کاش میرے پاس بھی نیکیوں کا کوئی لامتناہی سلسلہ ہوتا لیکن وقت گزر چکا ہوگا وہاں انسان وہ کاٹے گا جو بویا ہوگا ظاہر ہے یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) ایسے حالات میں انشاء اللہ خود کو خوش بخت وخوش قسمت محسوس کریگا کیونکہ کھیتی ایسی لگادی ہے جس کے اندر سے خود بخود اُگتا جائے گا اور کمائی بینک میں جمع ہوتی جائے گی۔

(۲) دنیائے عمل کی رنگت

علماء ربانیین کا کہنا یہ ہے کہ صحیح عالم وہ ہوتا ہے جو علم کے ساتھ ساتھ میدان عمل کو بھی مضبوطی سے تھامے اسلئے کہ علم اس وقت کارگر ثابت ہوتا ہے جب کہ اس کو عملی جامہ پہنا دیا جائے ورنہ یوں تو دنیا میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو غیر مسلم ہیں جن کو مستشرقین کہا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ وہ علم تفسیر پر عبور رکھتے ہیں بلکہ علم فقہ کے تمام گوشوں میں گھسنے کی سعی کرتے ہیں اور علم حدیث میں بھی گہرائی وگیرائی سے کام لیتے ہیں سند حدیث متن حدیث ہر ایک پر ان کی تحقیقات موجود ہے کہا جاتا ہے کہ تاریخ اسلامیہ پر بھی ان کی گرفت ہوتی ہے کہ ان کو برجستہ اسلامی حکمرانوں، بادشاہوں، وزیروں کے نایاب واقعات تک یاد ہوتے ہیں ظاہر

@darulmuallifeen

ہے ان کو عالم کے لقب سے ملقب نہیں کیا جاتا اس سے واضح وعیاں ہو گیا کہ علم معلومات کا نام نہیں ہے بلکہ علم تو وہ شئی ہے جو انسان کو وہ تہذیب وسلیقہ سکھاتا ہے جس سے اس کو اپنی مقصد حیات کا پتہ چل جاتا ہے کائنات کے خالق ومالک کا علم ہو جاتا ہے فلک کی رفعت اور ارض مقدس کے فرش ہونے پر مطلع ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ اسکا تعلق اللہ کے ساتھ جڑ جاتا ہے چنانچہ اس میدان میں یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کامیاب ثابت ہوا اور میدان عمل کا وہ شہسوار نکلا کہ ان کے ارشادات وفرمودات سننے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ علم کو بغیر عمل کے معلومات خیال کرتے تھے جو ایک کافر ومشرک کو بھی ہو سکتی ہے جس انسان کے خیالات وجذبات یہ ہوں تو ظاہر ہے وہ خود بے عمل کیسے ہو سکتا ہے اسلئے وہ سنت وشریعت کے پابند تھے یہی وہ شئی تھی جس نے ان کو ولی کامل وبزرگ بنادیا تھا اور لوگوں کی زبان بے ساختہ بول اٹھی تھی:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(۳) جہاں تصوف کی رنگت

یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بڑا حوصلہ مند وباہمت ثابت ہوا کہ وہ اس جہاں میں بھی سہولت کے ساتھ منازل طے کرتا گیا یوں تو دنیا بھر میں لاکھوں لوگ اس راستے پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ٹھوکر کھا کر گر جاتے ہیں کوئی طاقتور اعضاء رکھنے والا شخص سنبھل جاتا ہے ورنہ اکثر گر جاتے ہیں اس لئے منزل

@darulmualllifeen

مقصود تک رسائی ان کے لئے سخت ومشکل امر ہوتا ہے اسلئے اس راہ پر گامزن ہونے کے لئے ہمت بلند، حوصلہ فولادی، ارادہ قوی ومضبوط چاہئے ہوتا ہے کیونکہ اس جہاں کی زندگی کی راہیں بڑی سخت وکٹھن ہوتی ہیں منزل کی طرف قدم اٹھاتے اٹھاتے بہت سے تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں جسم لرز جاتے ہیں میدان کارزار کے غازی گھٹنے ٹیک کر دم توڑ دیتے ہیں لیکن بعض کی فطرت سلیمہ ایسی بھی واقع ہوئی ہوتی ہے کہ وہ کھنڈرات سڑکوں پر سے بھی گزر جاتے ہیں سوم سام بیابانوں میں بھی ان کو خوف ودہشت نہیں ہوتی رہزنوں ڈاکوؤں کے جائے سکونت کے پاس سے بھی بلاخوف وہراس گزر جاتے ہیں کیونکہ ان کا مقصود منزل کو طے کرنا ہوتا ہے اسی طرح اس جہاں کی زندگی کے چکر لگانے والوں کا بھی ایک مقصود ہوتا ہے اور وہ ہے عبادت رب واطاعت رسول علیہ السلام جس سے رضاء الٰہی کا حصول ہوتا ہے جو انسان کے وجود وحیات کا سب سے مہتم بالشان مقصد ہے ظاہر ہے اس راہ کے راہی کو شیطانی حملے بھی جھیلنے پڑتے ہیں اور اس کی بناء ہوئی خطرناک والمناک گھاٹیوں وکھائیوں سے بھی گزرنا پڑتا ہے جو آدمی کے بار بار حوصلہ وہمت کو پست کرتی ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو خود ہی گھٹنوں کے بل چلے

تو اس جہاں کے کامیاب اشخاص میں اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کا نام بھی آتا ہے چونکہ اس ستارے کے سر پر اس شخص کا ہاتھ تھا جن کی حیثیت ایک چشمہ کی تھی جس سے خشک زمین کو سیرابی حاصل ہو رہی تھی اس کی

@darulmuallifeen

صلابت وسختی تروتازگی میں تبدیل ہورہی تھی حق وصداقت کی باد بہاری کے خزاں رسیدہ ماحول کوشادابی عطا کررہی تھی جب انکاذ کرخیر آتا ہےتو میرا برق رفتاری سے چلتا قلم رک جاتا ہے کہ ان کے لئے کیا القاب استعمال کئے جائیں قطب الاقطاب کہا جائے یا عاشقین رسول علیہ السلام میں شمار کیا جائے یا ابدالوں کی فہرست میں گنا جائے کیونکہ وہ ہمعصروں میں یکتا وممتاز تھے قاری کہے گا کہ یہ کرشمۂ خداوندی کون تھا جو اتنا عظیم وکبیر تھا جس کوعلوم اسلامیہ کے ماہرین کی تاریخ کا کاتب یاد رکھے گا دل کہتا ہے کہ آپ کے سامنے اس شخصیت کا نام پیش کیا جائے یہ وہ ہیں جن کو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) انہیں کے تربیت یافتہ تلمیذ تھے جن کی نظر عنایت سے چہار دانگ عالم میں ستارہ کی روشنی پھیلتی چلی گئی اور متواضعانہ وعاجزانہ ومخلصانہ انداز دیکھا اور قریب سے جوہری نے جوہر کو پرکھا کہ یہ کارآمد شئی ہے لہٰذا اس کو سنوارا وسدھارا جائے کیونکہ مستقبل میں امت مسلمہ کواس سے بڑا فیض ہونے والا ہے اسلئے اس کی اصلاح ظاہر وباطن پر زور دیا جائے جب یقین محکم ہوگیا کہ اب یہ ستارہ شہاب ثاقب بن چکا ہے دنیا کا جان لیوا اندھیرا اس پراثر انداز نہیں ہوسکتا تو خلافت واجازت بیعت عطا فرمادی یہ وہ سلسلہ تھا جس نے ان کو ایک عبقری شخصیت بنادیا تھا اولیاء اللہ کی فہرست میں شامل کرادیا تھا لیکن زینت دنیا سے بے غرض کردیا تھا جس کی بدولت یہ جہان تصوف کا مثالی راہی بن گیا تھا زبان وقلب محبت الٰہی سے سرشار رہنے لگا تھا اسکے اعما وافعال میں عشق رسول کی جھلک نظر آنے لگی تھی وہ رہتی دنیا کے جھمیلوں میں تھے لیکن دل کہیں اور اٹکا ہوا رہتا تھا جیسے

عشق مجازی کی شراب پینے والا ہوتا ہے سڑکوں وگلیوں میں گردش کرتا رہتا ہے لیکن اسکا قلب عاشق کی یاد میں تڑپتا رہتا ہے اور جب وہ اس راہ پر لگ جائے کہ جس پر چل کر عاشق سے لقاء وملاقات ہوسکتی ہے تو وہ مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتا ہے تو یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) تو عشق حقیقی کی شراب پینے والا تھا اس کا دل کتنا بے قرار رہتا ہوگا اور جب کسی رہبر ورہنما نے اسکو راہ دکھلا دی اور منزل کا پتہ بتلا دیا ہر عاشق محبّ اسی میں خود کی کامیابی سمجھتا ہے جو ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا علیہ الرحمہ کی بدولت نصیب ہوگئی تھی جو دنیا وآخرت کی بے مثال نعمت تھی یہ اس ستارہ کی وہ رنگت تھی جس نے دیگر مدہم رنگتوں کو بھی طاقتور بنا دیا تھا اور اس کی ہر رنگت قابل دید بن گئی تھی۔

(۴) عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت

ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کو اس رنگت نے تو فلاح دینوی واُخروی کا سرٹیفکٹ دیدیا ہے اس لئے کہ وہ جو شخص اس خوبی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے وہ دنیا کی ہر شئی سے فائق ہوجاتا ہے کیونکہ

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

تو اس ستارہ پر عشق رسول کا غلبہ تھا جس نے اس کو سنت شریعت کا پابند بنا دیا تھا اس کو ہر ہر عمل وفعل میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رہتا تھا یہ ایک

@darulmuallifeen

عاشق کے لئے سب سے بڑی عاشقی ہوتی ہے کہ ہر کام میں معشوق کی اداء کا لحاظ رکھے گویا معشوق کا طریقۂ کار اس کے سامنے ہے یہ بھی سچ ہے کہ اس کے بغیر صحیح معنی میں کوئی عاشق نہیں بن سکتا اگر کوئی زبانی خرچ کرے کہ میں عاشق رسول علیہ السلام ہوں لیکن اس کے اعمال وافعال خلاف سنت ہوں تو صرف بکواس کرتا ہے لیکن یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) دل کو عشق نبی سے سرشار اور محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرارت سے معمور رکھتا تھا بلکہ محبت نبی ان کی غذا بن گئی تھی قال النبی وقال الرسول اس کی محفل سنگار ہوتا تھا یہی وہ مشغلہ تھا جو بار بار دل میں کچوکے مارتا کہ دیار حرم میں حاضری دیکر آؤ محبوب کے گلیاروں میں گھوم کر آؤ اس ارضِ مقدس کو نظر بصیرت سے دیکھ کر آؤ جہاں سے ظہور قدسی ہوا تھا اور عالم انسانیت میں انقلاب برپا کر دیا تھا اس سرزمین کو دیکھ کر جب ولولۂ عشق آئے گا دنیا کی رنگینیاں اور بھی حسین ہو جائیں گی اس لئے کہ محبوب سے ملاقات کا شدید انتظار ہو گا جو اس کے اندر امنگ پیدا کریگا کیونکہ جس چیز کا حصول جتنے انتظار کے بعد ہوتا ہے وہ اتنی ہی زیادہ مرغوب ہو جاتی ہے تو بار بار مدینے پاک کی حاضری نے ان کو دیدار ارض مقدس کا عادی بنا دیا تھا یہ عشق کا دستور ہے کہ جب معشوق رخصت ہو جاتا ہے تو اسکے مکان ومقام پر نظر کر کے اس کو یاد کیا جاتا ہے ایسا ہی کچھ یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بھی کرتا تھا لیکن اگر محبوب کی باقی ماندہ اشیاء کے دیدار سے بھی کوئی شخص روک دے تو پھر اس عاشق کے لئے اس روکنے والے سے بڑا کوئی دشمن نہیں ہوتا ہے ایسا ہی ایک مرتبہ اس ستارہ کے ساتھ ہوا تھا کہ قلب بے قرار تھا تڑپ رہا تھا کہ کب دیار رسول علیہ السلام

@darulmualifeen

میں پہنچونگا لیکن اتفاقاً سفرِ عمرہ سے منع کر دیا گیا واپس آ گیئے اور بڑے درد بھرے لہجے میں فرمایا انداز بیاں ایسا تھا جیسے کوئی جگری یار بچھڑ گیا ہو اور وہ اس کی یاد میں رنج وغم کا ظہور کر رہا ہو کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں آج محبوب کی گلیوں میں ہوتا۔

(بقول حضرت مولانا حنیف بروڑوی تعزیتی مجلس جامعہ مرکز اسلامی انکلیشور گجرات)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کمالِ وفاء نے اس کو حدیث نبوی علیہ السلام کا مثالی اسیر وخادم بنا دیا تھا اور بے پناہ محبت رسول علیہ السلام نے حدیث نبوی کا شوق، امنگ وحوصلہ پیدا کر دیا تھا آخر کار جب محبت رسول علیہ السلام میں رہا نہ گیا تو قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کیا جس سے ایک ضخیم کتاب کو لکھ ڈالا جس کو جمال محمدی کے نام سے جانا جاتا ہے اسی طرح ایک اور کتاب جسکا نام اطاعت الرسول ہے وہ بھی عشق رسول علیہ السلام کی بے مثال دلیل ہے۔

(۵) تبلیغ ودعوت کی رنگت

امت مسلمہ کے بگڑتے حالات کی فکر نے اس کو مبلغ وداعی بنا دیا تھا جو درحقیقت امت مسلمہ کو صراط مستقیم پر لگانے کا ایک ذریعہ تھا جس کی بدولت حقوق انسانی وجذبۂ یزدانی انسان میں پیدا ہوتا ہے یہ وہ سلسلہ ہے جو امت محمدیہ کو انبیاء کرام علیہم السلام سے ورثہ میں ملا ہے جس کو رب ذوالجلال توفیق عنایت فرماتے ہیں وہ اس کارِ خیر کو انجام دیتا ہے دراصل علوم ربانیہ کے حصول کا مقصد اشاعت دین واسلام ہے اب اسکا جو بھی طریقۂ کار ہو اسی کو دعوت وتبلیغ کہا جاتا ہے خواہ وہ مسند درس وتدریس کی زینت بنکر ہو یا پھر زینت منبر ومحراب بنکر ہو یا پھر عوام الناس

@darulmuallifeen

کے مابین دردِدل وجوش کے ساتھ دین کی بات پہنچا کر ہو یا پھر اخلاق وکردار سے غیر مسلموں پر چھاپ چھوڑ کر ہو بحمد للہ ہر اعتبار سے ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کو رب کعبہ نے شرفِ قبولیت سے نوازا تھا شاید ہی کوئی علمی ودینی گوشہ ایسا باقی رہا ہو جہاں تک اس ستارہ کی خدمات دینیہ کی رسائی نہ ہوئی ہو عوام الناس سے لیکر اہل علم حضرات تک ہر طبقۂ فکر کے لوگوں میں عزوشرف سے حق جل مجدہٗ نے نمایاں مقام عطاء کیا تھا جو ستارے کی دنیوی واُخروی فلاح وبہبود کی واضح دلیل ہے سیرت وسنت سے ہر طبقہ کو آشنا کرانا انکا مشن بن چکا تھا ان کی پھول جیسے الفاظ پر ساتی زبان لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیتی تھی اور دل سے نکلی ہوئی باتیں ان پر اثر کرتی تھی اسلئے کہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

عالم اسلام کی یہ وہ ممتاز شخصیت ہے جس نے اکیلے پن میں خدمات دینیہ کا آغاز مسجد کا امام بنکر کیا لیکن پھر راہ رو آتے گئے اور کارواں بنتا گیا یہاں تک کے بڑا قافلہ بن گیا اور پھر حیات ہی میں ایک سنہرا دن وہ بھی آیا کہ اہل علم نے ان کی امارت کو مانا علم وعمل کے شہسواروں نے ان کی رہبری ورہنمائی کو تسلیم کیا اور ان کو ایصال الی المطلوب کا ذریعہ سمجھا سیکڑوں حضرات نے ان کے زیر سایہ دینی وعلمی کارنامے انجام دئے کتنے ہی مدارس اسلامیہ ومراکز تبلیغیہ کی سرپرستی کا سہرا ان کے سر باندھا حال یہ بھی ہوا کہ سرپرستان قوم وملت میں شمار کیا جانے لگا بالآخر میر کارواں کے لقب سے یاد کیا گیا غوروخوض سے یہ عیاں ہوجاتا ہے کہ اس کے

@darulmuallifeen

ہرکارنامہ سے اخلاص وللّٰہیت جھلکتی ہے جوایک کامران وکامیاب داعی ومبلغ کی علامت ہوا کرتی ہے کیونکہ تبلیغ کا محل اخلاص کی بنیاد پر تعمیر ہوتا ہے اگر کوئی ریاکار مبلغ اسلام ہونے کا مدعی ہے تو وہ خود کو دھوکہ وفریب دے رہا ہے اسلئے کہ یہ مشن انبیاء وسلسلۂ پیغمبری ہے جوصدق اخلاص ورضائے رب کے ساتھ ہی صحیح مکمل ہوسکتا ہے بحمدللہ یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) اس راہ میں کامیاب ثابت ہوا ہے کیونکہ ان کو یہ طرز اہل اللہ کی صحبت پاکر حاصل ہوا تھا اور اپنے آپ کو پیس کر ومٹا کر ملا تھا کسی نے سچ ہی کہا ہے:

خود سے چل کر نہیں یہ طرز سخن آیا ہے
پاؤں دابے ہیں بزرگوں کے تو یہ فن آیا ہے

(۶) زبان وبیان کی رنگت

اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کو بے باک خطیب ومقرر ذیشان تو نہیں کہا جاسکتا ہے لیکن یہ ایک باکمال واعظ ومبلغ وداعی ضرور تھا کیونکہ مقصد اصلی پیغامات رب ذوالجلال کو انسانوں تک پہنچانا ہے اور وہ وعظ ونصیحت کے ذریعہ بخوبی پہنچ جاتا ہے اور ہرداعی ومبلغ اپنے فرضی منصبی سے سبکدوش ہوجاتا ہے چنانچہ ستارہ نے بھی اپنے علم ومعلومات کوانسانوں تک پہچانے کی بھر پور سعی وکوشش کی جسکا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ کبھی داعی ومبلغ بنکر معتقدین ومریدین وعوام الناس کواصلاح باطن وظاہر کی تعلیم دیتا اس کی زبان سے جوالفاظ نکلتے یقیناً وہ انسان کے لئے فلاح دنیوی واُخروی کے سامان ہوتے تھے اور کبھی کبھی

تو ایسے الفاظ زبان زد ہو جاتے جن کو آبِ زر سے تحریر کیا جائے تو بھی انکا حق ادا نہ ہو اسلئے کہ وہ ایسے عالم ربانی وولیٔ کامل کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں جس کا مقصد صرف وصرف رضاء رب ہے اور انسان کو صراط مستقیم پر ڈالنا ہے اور یہ حق وسچ ہے کہ جب نیت کی درستگی اور علم وعمل کی پختگی کے ساتھ انسان کی زبان سے الفاظ نکلتے ہیں تو ان کو ملفوظات کہا جانے لگتا ہے اور دنیائے فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی ان سے انسانی دنیا افادہ واستفادہ کرتی ہے چنانچہ یہ ستارہ بھی کچھ ایسا ہی تھا اس کے ملفوظات سے بھی دنیا فائدہ حاصل کر رہی ہے اور کرتی رہے گی اسلئے کہ یہ ہر دینی وعلمی حلقے میں مخلص ثابت ہوا تھا۔

(۷) تحریر کی رنگت

کسی بھی پڑھے لکھے انسان کے لئے قلمکار ہونا یہ اللہ کی بیش بہا نعمت ہے اور ایک پائدار شئی ہے جو مرنے کے بعد بھی انسان کی فکر وسوچ کو زندہ رکھتی ہے اور صدیوں تک ماہر قلمکار کی تحریرات کو لوگ پڑھتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اگر صاحب قلم کسی نیک انسان کا تربیت یافتہ یا پھر کسی صالح فطرت آدمی کا پروردہ ہو تو پھر تو سونے پہ سہاگا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے قلم سے لکھی جانے والی تحریرات ومضامین میں حق وسچائی، امانت داری ودیانت داری حق گوئی وبے باکی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور وہ دنیوی طمع وحرص، جاہ ومنصب کے لالچ کی پرواہ کئے بغیر سچ وصحیح ودرست بات لکھتا جاتا ہے جس سے نہ صرف یہ کہ اس کو منفعت دنیویہ کا حصول ہوتا ہے بلکہ وہ آخرت میں بھی سرخ رو ہوگا لہٰذا رب کعبہ نے ستارہ (حضرت مولانا

@darulmuallifeen

یوسف متالا علیہ الرحمہ) سے بھی میدان تصنیف وتالیف میں بڑا کام لیا ہے اُردو عربی کتب کی لمبی فہرست ہے اور ساتھ میں ستارے کے تحریر کردہ مقالات بھی ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف عنوانات وموضوعات پر لکھے گئے ہیں۔

(مفتی شبیر صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادہٗ محترم مولانا یوسف صاحب نے حضرت پر لکھے ہوئے اپنے انگلش کے مضمون میں حضرت کی تحریر کردہ تقریباً ۲۷ رکتب کے نام درج کیے ہیں مکمل تفصیل کے لئے وہاں دیکھیں)

یہ وہ کاوش ہے جس سے ستارے کے علمی کمالات کا اندازہ ہوتا ہے اور خصوصاً امت مسلمہ کا اہل علم طبقہ ان کی کتب ومقالات سے فیضیاب ہورہا ہے اور یہ کتب لائبریریز کی زینت بنی ہوئی ہیں جو بعد میں آنیوالوں کیلئے عظیم سرمایہ ہے اور ستارہ کی روشنی کی چمک کو دوبالا کرنیکا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

دل کی بات

ویسے تو اس ستارہ کی رنگتیں بے شمار ہونگی ان کے صحبت یافتہ حضرات اس سے بخوبی واقف ہونگے لیکن بندہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بفضل الٰہی مدلل ومبرہن پیش کیا ہے اور ضرورت کے مطابق حوالہ جات بھی موجود ہیں اسلئے کہ اس ستارہ کے غروب کے بعد ان کی مقدس شان پر رسائل وجرائد میں اردو انگلش اور عربی مضامین کا بغور مطالعہ کیا اور ساتھ ساتھ کچھ سوشل میڈیا کے ذریعہ ان کے شاگردان

معتقدین، مریدین کے تعزیتی بیانات بھی سماعت کیئے اور کئی ان کے معتقدین سے بھی ان کے بارے میں بات ہوئی (جن میں سرفہرست عزیزم مولانا سید عبدالحق صاحب ٹورنٹو کینیڈا ہے)

تو بندہ کے ذہن پر پڑے پردے یک طرف ہوگئے اور مضامین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا اور پھر بحمداللہ لکھتا گیا تو جب ستارہ کی رنگتوں پر پہنچا تو ذہن و دماغ میں یہ بات گردش کرنے لگی کہ جیسے افق سماء پر ستارہ کی مکمل رنگتوں کو گننا دوبھر ہے ایسے ہی اس انسانی ستارہ کی روحانی و نورانی رنگتوں کو شمار کرنا بھی مشکل ہے۔

ستارہ کا غروب

دستورِ دنیا حکم خداوندی کے بغیر نہیں چلتا وہ جسکا چاہے ظہور کرے اور جسکا چاہے غروب کرے آمد ورفت کا متعین وقت اسی کے علم میں ہے دنیائے فانی کا کوئی سائنسداں آج تک اسکا دعویٰ نہ کرسکا کہ دنیا میں موجود اشیاء کی فناء کب اور کس وقت ہوگی یہ تو سچ ہے کہ منکرین خدا ورسول بن گئے لیکن منکرین فناء نہ بن سکے اسلئے کہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے جس کا مزہ ہر پیدا شدہ چیز کو چکھنا ہے **کل نفس ذائقة الموت** یہ اسی کی طرف اشارہ ہے اور **کل من علیها فان** سے بھی یہی فلسفہ سمجھ میں آرہا ہے ہر عقل وخرد کا حامل شخص اس سے بخوبی واقف ہے کہ تاریخ انسانی میں کوئی مالک تخت وتاج ایسا نہ آیا جو ابدی حیات لیکر آیا ہو سب آئے اور چلے گئے ورنہ تاریخ کی ورق گردانی سے علم ہوتا ہے کہ ایسے افراد بھی دنیا میں بستے تھے جن کی امیدیں وآرزوئیں لمبی لمبی تھیں بے پناہ طاقتور وقوی جسم رکھتے تھے تخت وتاج

وبادشاہی ان کے پاس تھی روئے زمین پر جنت بنوانے کی سعی وکوشش کی تھی لیکن رخصتی مقدر تھی اسلئے دنیوی جاہ وحشمت، رعب ودبدبہ، زیب وزینت سب کو خیر باد کہنا پڑا کیونکہ **فاذا جاء اجلھم لایستاخرون ساعۃً ولا یستقدمون** یہ بھی سچ ہے کہ جب اس شخصیت کو یہاں رہنے کی مہلت نہ دی گئی جس کے صدقہ میں بزم کن فکاں ہے اقبال سہیل نے جسکا منظر نامہ اس طرح بیان کیا ہے:

کتاب فطرت کے سرورق پے جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی اُبھر نہ سکتا وجود لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

اور اسی کو کچھ اس طرح بھی کہا ہے:

خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
دشت میں دامن کہسار میں میدان میں ہے
بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
اور چین کے شہر مراقش کے بیابان میں ہے
پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شان رفعنالک ذکرک دیکھے

توجب ایسا ہے تو پھر ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کا غروب کیا اور سلاطین کی سلطنت کا فناء کیا یہ تو سب کے ساتھ ہے حکم خداوندی آ جائے تو ہر دنیوی شئی کو خیر باد کہنا پڑتا ہے لہٰذا دستور خداوندی کے مطابق یہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) بھی غروب ہوگیا یہ بھی سچ ہے کہ ستارے کی جگہ کو پُر کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سا محسوس ہوتا ہے کیونکہ یہ عجب قدرتی رنگت روحانی ونورانی کا حامل تھا جس سے عالم اسلام روشن ومنور ہورہا تھا جیسے ہی غروب کی خبر نے اسلامی دنیا میں گردش کی تو بہت سے محبین وعاشقین ومریدین کے چہروں پر اُداسی چھا گئی فراق میں دل رونے لگا آنکھوں میں آنسوں تلملانے لگے اور بعض کی آنکھوں سے چھلک کر باہر آنے لگے غرضیکہ دنیا میں ستارے کے غروب کو بڑے رنج وغم کے ساتھ محسوس کیا گیا اور اپنے صدمے کو اپنے اپنے انداز میں ظاہر کیا گیا کسی نے دارالعلوم بری میں مکتوب تعزیت لکھ کر کسی نے زبان سے کہہ کر اور کسی نے حیات پر تحریر لکھ کر چونکہ فطرت انسانی ہے کہ جس سے عشق ومحبت ہوتی ہے تو اس کی جدائی پر ہر انسان مغموم ہوتا ہے لیکن اس ستارے کی خوبی وکمال یہ تھا کہ رب کعبہ نے اس ستارے کو اس وقت غروب کیا جب کہ اس کی روشنی کی کرنوں سے ہزارہا ہزار ویران دل آباد ہو گئے تھے اور بے شمار بے نور چہرہ منور ومجلّٰی ہو گئے تھے جو ستارے کے لئے ذخیرۂ آخرت ہے اسلئے رب کریم سے دعا ہے کہ ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اہل وعیال کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

☆☆☆

ستارہ کے غروب کا وقت و تاریخ

یوں تو افق سماء پر ہر ستارہ غروب ہوتا ہی ہے اسلئے کہ اس دار فانی میں ہر شئی کو فناء ہونا ہے لیکن بعض ستاروں کے غروب کے وقت و تاریخ کو محفوظ کرلیا جاتا ہے تا کہ دنیا کی تاریخ میں انکا نام باقی رہے اور بعد میں آنیوالی نسلیں ان کو یاد رکھ کر خود کو ان کے پیرایہ میں ڈھال کر آگے بڑھنے کی جدو جہد کرے اور ان کی طرح وہ لوگ بھی خود اپنے آپ روشن ستارے بنیں اسی طرح اس ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) کے بھی وقت غروب کو محفوظ کیا گیا ہے جس کا مختصر مناظر نامہ پیش خدمت ہے۔

محرم الحرام سے اسلامی مہینوں کا آغاز ہو رہا تھا ساتھ میں ایک نیا سال ۱۴۴۱ھ بھی ابتداء کر رہا تھا اور محرم کی نویں تاریخ کا سورج اپنے ساتھ روشنی کو لیکر چھپ چکا تھا اور اس ماہ کی عظیم الشان تاریخ دسویں محرم کا آغاز ہو رہا تھا دوشنبہ کی رات تاریکئ شب کو لیکر پہنچ چکی تھی جیسے اس رات میں تاریکیوں وظلمتوں کا درود شروع ہو چکا ٹھیک اسی طرح اس ستارہ سے روشن دنیا میں بھی مایوسی چھا گئی تھی اور دنیا مغموم ہوگئی تھی غرضیکہ ابھی سورج کے غروب کو زیاردہ وقت نہ گزرا تھا کہ اس ستارہ کے غروب کا بھی وقت آن پہنچا تھا مختصر یہ کہ مغرب وعشاء کے درمیان اپنے سفر حیات کے آخری سانس لئے اور دنیا کی پر سکون سمجھی جانے والی کنٹری کینیڈا کی مشہور اسمارٹ سٹی ٹورنٹو میں یہ ستارہ غروب ہوگیا۔

(بقول عزیزم مولانا سید عبدالحق ٹورنٹو کینیڈا)

اس ستارہ کا ظہور ہندوستان میں ہوا تھا لیکن اپنی بافیض روشنی کے باعث دنیا بھر میں روشن ومنور ہو گیا تھا لیکن جہاں غروب مقدر تھا وہیں ہوا اسلئے کہ **وما تدری نفس بای ارض تموت** اس ستارے کا غروب مبارک مہینہ کے مبارک دن وتاریخ میں ہوا جو کسی خوش بخت وخوش قسمت انسان کو بھی عطا ہوتا ہے۔

عبرت

دنیا کی ہر چیز عارضی وفانی ہے ہاں آخرت دائمی وہمیشہ وباقی رہنے والی ہے اس لئے انسانوں کو حکم ہے کہ اس دار فانی میں رہیں مگر اس کے پرستار نہ بنیں بلکہ یہاں رہ کر آخرت کی تیاری کرنا ہے اور وہاں کی دائمی راحتوں ونعمتوں کے حصول کی بھرپور سعی کرتے رہنا ہے رب کعبہ کا ارشاد ہے: **وما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور** دنیوی زندگی تو متاع فریب ہے (الحدید) اسلئے فکر آخرت کے راہیوں نے اس بزم کن فکاں کو لہو ولعب کی جا بتلایا ہے اور کسی نے اس کو مکڑی کا جالا۔

اور کسی نے دھوکہ وفریب کا گھر کہا ہے کسی نے مچھر کے پَر سے تشبیہ دی ہے اسلئے کہ ارشاد ربانی ہے: **وماھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھوولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان.**

یہ دنیوی زندگی سوائے لہو ولعب کے کچھ نہیں اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

یہ دنیا اہل دنیا کے لئے تو دل لگانے اور عیش ومستی کرنیکی جگہ ہو سکتی ہے لیکن اہل ایمان کے لئے ہرگز نہیں اہل ایمان تو بقدر ضرورت اس سے نفع حاصل کرتے

ہیں اس لئے فرمایا نبی پاک علیہ السلام نے دنیا میں اس طرح رہو جس طرح پردیسی یا راستہ چلتا مسافر رہتا ہے۔(صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر یہ اہم ترین نصیحت فرمائی تھی کہ بلاشبہ دنیا اور سامان دنیا سے محبت کرنا اور اس کا حریص بن کر زندگی گزارنا سچے مسلمان کی نشانی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔(بیہقی)

اسلئے دنیا سے بے پرواہ ہوکر زندگی کے قیمتی سفر کو مکمل کرنا ہے اس مختصر سفر میں ہمیں ہر اعتبار سے منفعت اخروی دیکھنا ہے اسلئے کہ جب یہاں سے ہر ایک کو خیرباد کہنا ہے تو پھر محبت دنیا کو دل میں بسانے سے کیا فائدہ اس کے مقابلے میں اس سے دل لگانا زیادہ نفع بخش ہے جو شئی قائم ودائم ہو کیونکہ محبت کے مکمل مزہ کا حصول اسی وقت ہوگا جب کہ اسکو بقاء ہی بقاء ہو فناء نہ ہو کیونکہ ہر محبّ وعاشق کی چاہت یہ ہوتی ہے کہ میرا معشوق ومحبوب میرے ساتھ ہمیشہ رہے کبھی میرے جسم وجان سے جدا نہ ہو اب اگر فکر آخرت ہوگی اور حب دنیا سے اعراض اور بے رغبتی ہوگی تو پھر حب اخروی نصیب ہوگی جس کو بقاء ہی بقاء ہوگا اور جب عظیم شئی انسان کے ہاتھ آجاتی ہے تو حقیر شئی اس کے ذمہ حاصل ہوجاتی ہے جب آخرت کے انعامات کا استحقاق مل گیا تو پھر دنیوی ساز وسامان تو خود بخود نصیب ہوجائے گا اور حال یہ ہوتا ہے کہ انسان آگے دوڑتا ہے اور سامانِ دنیویہ اس کے پیچھے دوڑتا ہے اسکا واضح ثبوت ستارہ (حضرت مولانا یوسف متالا علیہ الرحمہ) ہیں اسلئے عبرت حاصل کریں کہ یہ ستارہ جس کے آگے پیچھے دنیوی دولت وثروت کی ریل

@darulmualllifeen

پیل ہوتی تھی لیکن وہ حب دنیا کو پس پشت ڈال کر فکر آخرت میں دل لگاتا تھا تو ہمیں بھی اس راستے پر گامزن ہونا چاہیے تاکہ کل روز محشر انہیں کے ساتھ محشور ہوں اور دربار باری تعالیٰ کی زینت بنیں اور فاسقین فاجرین دنیا کے پجاریوں کو پتہ چل جائے کہ اصل کیا ہے لہٰذا ہر فردِ بشر کو پیغامات رب ذوالجلال کو سامنے رکھ کر زندگی کا سفر طے کرنا چاہیے تاکہ فلاح دنیوی واُخروی کا حصول ہو جائے۔

☆☆☆

@darulmuallifeen

وما توفیقی الا باللہ

قف